سیرت المختار صلی اللہ علیہ وسلم



مصنف
الشیخ مصطفیٰ غلامینی

مترجم
ملک غلام علی

مکتبہ تعمیر انسانیت اندرون موچی دروازہ ○ لاہور پاکستان

سیرۃ المختار صلی اللہ علیہ وسلم

تلخیص

خیار المقول فی سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

شیخ مصطفیٰ الغلایینی

مترجم

ملک غلام علی

ناشر

مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ ○ لاہور

ناشر :— محمد سعید اللہ صدیقی بن شیخ محمد قمر الدین مرحوم

طابع :— مکتبہ تعمیر انسانیت ۔ موچی دروازہ ۔ لاہور

مطبع :— اردو ڈائجسٹ پرنٹرز ۔ لاہور

طباعت :— ونڈ اٹک آفسٹ

کتابت :— احسان اللہ خوشنویس

تعداد :— ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت :— ۵ روپے

طبع اول ——— ستمبر ۱۹۷۲ء

پیش لفظ

یہ سیرتِ رسولِ پاک پر ایک مختصر کتاب ہے۔ جسے عہد حاضر کے ایک ممتاز عالم شیخ مصطفیٰ الغلایینی نے اس غرض کے لئے مرتب کیا تھا کہ عام مسلمان اور طلبہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور تعلیمات سے واقف ہو سکیں۔

اسی مقصد کے لئے میرے رفیقِ کار ملک غلام علی صاحب نے سلیس اور عام فہم زبان میں اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اس میں سیرتِ پاک کے متعلق تمام ضروری معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اور آخر میں احادیث سے آپ کی اخلاقی تعلیمات و ہدایات کا ایک خلاصہ درج کر دیا گیا ہے جو نہایت مفید اور سبق آموز ہے۔

۹ محرم ۱۳۹۰ھ
۱۸ مارچ ۱۹۷۰ء

ابو الاعلیٰ

صَاحبِ تالیف

الشیخ مُصطفیٰ الغَلَاییِنی [۱۸۸۵ء ـــــ ۱۹۴۴ء]

آپ کی ولادت لُبنَان کے دارالسلطنت بیروت میں ہوئی۔ آپ نے اپنی تعلیم جامِع ازھر مصر میں مکمل کی، اور مدتوں تعلیم و تدریس کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کا قیام عرصے تک دمشق اور عمان میں بھی رہا ہے۔ اور بیروت میں قاضی (جج) کے منصب پر بھی فائز رہے ہیں۔ آپ متعدد تصانیف کے مالک ہیں۔ آپ کی تالیفات میں سے مشہور ترین "رِجَالُ المُعَلَّقَاتِ العَشْرِ" ہے۔ جو ۱۹۱۲ئہ میں طبع ہوئی۔ "دیوان" اور "عظۃ الناشئین" بھی آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔

علاوہ ازیں بلاغت اور قواعدِ لغت کے موضوع پر آپ نے کئی کتابیں مرتب کی ہیں۔ آپ کا پایۂ علم و فضل عالمِ اسلام میں مسلّم تھا۔

جس زمانے میں شیخ غلایینی کلیۂ اسلامیۂ بیروت میں پروفیسر تھے، اُس وقت آپ نے سیرت نبوی پر ایک مدت تک سلسلہ وار لیکچر دیے تھے، جنہیں بعد میں آپ نے ضروری اضافوں کے ساتھ کتابی شکل میں مرتب کر دیا تھا۔ اس کتاب کا عنوان "نیارالمعقول فی سیرۃ الرسول" تھا۔ بعد میں آپ نے خود ہی اس کا ایک جامع ملخص تیار کیا۔ جس کا نام "لباب الخیار فی سیرۃ المختار" تھا زیرِ نظر کتاب اسی کا ترجمہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حمد و ستائش کے لائق ہے وہ ذات اقدس جس نے اگلوں کے حالات کو پچھلوں کے لئے نصیحت کا ذریعہ اور ماضی کو حاضر کے لئے عبرت کا آئینہ بنایا ہے، درود و سلام ہو رسولِ امین، قدرۃ المتقین، سید المرسلین پر جنہیں ہادی اور رہنما بنا کر بھیجا گیا اور سلامتی ہو ان کی آل پر، ان کے اصحاب پر اور اُن کے متبعین پر۔

کسی کو بھی اس حقیقت سے مجال انکار نہیں ہے کہ رسولؐ کریم کی سیرت کی پیروی اس امت پر واجب ہے، اس کا مطالعہ اور اس کی محافظت ہمارے لئے لازم ہے۔ لیکن آجکل حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہمارے عوام اکثر و بیشتر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اعمال اور آپ کے شمائل و فضائل سے بالکل غافل اور بے خبر ہو چکے ہیں۔ ان عوام کی محبت اور خیر خواہی نے مجھے آمادہ کیا کہ میں سیرت کے موضوع پر ایک متوسط ضخامت کی کتاب تصنیف کروں، اور اس میں سیرت سے متعلق وہ سارا مواد جمع کروں، جس کا جاننا ایک مسلمان کے لئے ناگزیر ہے، لیکن اس میں بے جا طوالت یا اختصار سے کام نہ لوں اور نہ غیر صحیح اور ضعیف روایات سے مدد لوں، تاکہ سیرت نبوی کے طالب علموں اور شائقین کے حق میں یہ کتاب کما حقہٗ سود مند اور اطمینان بخش ثابت ہو۔ الحمد للہ کہ یہ تصنیف میری دانست

میں اپنے مقصد کے لحاظ سے کامیاب رہی ہے۔ میں نے اس کتاب کی تالیف میں یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ میں اس کے ابواب و فصول کو ایک ترتیب و تدریج کے ساتھ خطابات کی شکل میں اسلامیہ کالج، بیروت کے طلبہ کے سامنے پیش کرتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ انہیں قلمبند بھی کرتا گیا۔ دریں اثنا میں نے بعض واقعات و سوانح اور بعض پیچیدہ اور دقیق مسائل کے بارے میں مفید حواشی اور توضیحات کا بھی کتاب میں اضافہ کیا اور جب یہ اختتام پذیر ہوئی تو اس کا نام "خیار المعقول فی سیرۃ الرسول" رکھا۔

بعد میں ضرورت محسوس ہوئی کہ میں اس مفصّل کتاب کا ایک جامع اختصار تیار کروں، چنانچہ دوسری کوشش کا نتیجہ پیش نظر کتاب ہے جو صرف اہم ترین احوال و اعمال نبوی پر مشتمل ہے اور جس میں سے بعض امور کو حذف کر دیا گیا ہے مثلاً اس میں سرایا کو چھوڑ کر صرف غزواتؔ[1] کو لیا گیا ہے، البتہ بعض سرایا جن کا بعض غزوات سے خصوصی تعلق تھا ان کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ آخر میں ضمیمے کی شکل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ازواج وغیرہم کا بیان ہے۔ نیز آپ کے اخلاق و شمائل معجزات اور آپ کے جامع ارشادات کا بھی ایک خلاصہ شامل کر دیا گیا ہے۔ اس تلخیص کردہ مجموعے کا نام میں نے "لُبابُ الخیار فی سیرۃ المختار" تجویز کیا ہے۔

میری اللہ سے دُعا ہے کہ وہ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ ہر سائل کا سوال اسی بارگاہ میں پیش ہوتا ہے۔ عوام الناس کے لئے بالعموم اور متعلمین مدارس

---

[1] سریہ (ج سرایا) اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آنحضورؐ نے شمولیت نہ فرمائی ہو، اور غزوہ وہ لڑائی ہے جس میں آپ نے شرکت فرمائی ہو۔

کے لئے بالخصوص میری جانب سے یہ ایک ہدیہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ تصنیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق واطوار اور آپ کی اعلیٰ وارفع سیرت کے مطالعے میں مددگار ثابت ہوگی، انشاء اللہ العزیز۔

بیروت سنہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء   مصطفیٰ الغلایینی

ترتیب

جَوَامِعُ الکَلِم

عرب قبل اسلام کے اجمالی حالات

جزیرۃ العرب ایشیا کے جنوب مغربی گوشے میں واقع ہے۔ اس کے مغرب میں بحر احمر اور صحرا ئے نیبہ ہے جو نہر سویز سے ملا ہوا ہے، مشرق میں خلیج فارس ہے جنوب کی طرف بحیرہ عمان ہے جو بحر ہند کا ایک حصّہ ہے، اور شمال کی جانب صحراؤں کا ایک سلسلہ ہے، جو شام سے لے کر فرات تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا رقبہ گیارہ لاکھ مربع میل یا اکتیس لاکھ چھپن ہزار پانسو اٹھاون مربع کلومیٹر یا ایک لاکھ چھبیس ہزار فرسخ ہے۔ موجودہ آبادی کا اندازہ ایک اور ڈیڑھ کروڑ کے مابین نفوس کا ہے۔

پورے خطۂ عرب کو آٹھ حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ حجاز۔ بحر احمر کے ساحل پر وادئ سینا کے جنوب مشرق کی جانب واقع ہے۔ اس کا نام حجاز اس وجہ سے پڑ گیا ہے کہ یہ تہامہ اور نجد کے مابین حائل ہے اور عربی میں حاجز اُس شئے کو کہتے ہیں جو رکاوٹ یا آڑ کا کام دے۔ تہامہ کے حدود اربعہ حجاز، یمن، مکۃ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ ہیں۔ مکہ کے وسط میں مسجد حرام واقع ہے اور مسجد حرام کے درمیان کعبہ ہے، جس میں حجر اسود نصب ہے۔ مکہ وہ مبارک شہر ہے جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔ یہیں آپ کا عالم طفولیت اور جوانی کا زمانہ گزرا اور یہیں آپ کو اللہ تعالٰے نے خلعتِ نبوت

سے سرفراز فرمایا۔ مکّہ کا ایک نام بکّہ بھی ہے جو قرآن میں بھی وارد ہے۔ یہ نام اس وجہ سے ہے کہ یہ مقام مرجع خلق ہے اور خصوصاً حج کے ایام میں یہاں دنیا بھر کے مسلمانوں کا ہجوم ہوتا ہے، اور عربی میں بکّ کا لفظ اژدحام اور ہجوم کے معنی میں آتا ہے۔ امّ القریٰ، باس، باسہ اور بساسہ اس کے بعض دوسرے نام ہیں۔

مدینہ منوّرہ کا موجودہ نام اس مناسبت سے ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد اس میں قیام فرما رہے ہیں، اسی لئے اسے دارالہجرۃ بھی کہا جاتا ہے اس کا قدیم نام یثرب تھا، یہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ مبارکہ بھی ہے، مکے اور مدینے کو حرمین کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے اور دونوں کے گرداگرد ایک مخصوص رقبہ حرم کہلاتا ہے، جس کے حدود و آداب کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے آج کل تہامہ حجاز ہی کا ایک حصّہ ہے۔

۲۔ یمن۔ اس کے شمال مشرق میں حجاز اور شمال میں عسیر ہے۔ اس میں متعدد شہر ہیں جو قہوے کی تجارت میں مشہور ہیں، مثلاً مُخا، حُدَیدہ اور عدن۔ اسی میں قوم سبا کے دو شہر مأرِب اور صنعاء ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کعبے میں اگر ہم مشرق کو رخ کر کے کھڑے ہوں تو یمن داہنی جانب ہے اور عربی میں اس سمت کو یمین کہا جاتا ہے۔

۳۔ حضرموت۔ یہ بحر ھند کے ساحل پر یمن سے مشرق کی جانب واقع ہے۔ یہیں وہ عمدہ اور خوشبودار لکڑی پیدا ہوتی ہے، جسے قاقُلی کہا جاتا ہے۔

۴۔ مَہرہ۔ یہ حضرموت کے مشرقی جانب ہے۔

۵۔ عُمان۔ یہ خلیج فارس سے متصل شمال میں ہے۔ اس کے مشرق اور جنوب

میں بحرِ ہند ہے۔ یہاں کچھ تانبا پایا جاتا ہے۔

۶۔ حسا۔ یہ خلیج فارس کے جزائر بحرین سے متصل ہے اور خلیج کے ساحل پر نہر فرات تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں کے لوگوں کا پیشہ غواصی اور موتی نکالنا ہے۔

۷۔ نجد۔ یہ سطح مرتفع ہے۔ یہ جزیرہ نمائے عرب کے وسط میں واقع ہے اور حجاز، حسا، صحرائے شام اور یمامہ نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اس کے شمال میں شام، مشرق میں عراق، مغرب میں حجاز اور جنوب میں یمامہ ہے اور اس کی زمین نہایت عمدہ ہے۔ اسی میں وہ ارض عالیہ ہے جو کسی زمانے میں کُلیب بن وائل بن ربیعہ کے قبضے میں تھی، اور جو اس کے قتل کا باعث بنی۔ اسی کے نتیجے میں وہ جنگ چھڑی جسے "حرب بسُوس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو چالیس برس تک جاری رہی، اور جس کی عربی میں آج تک مثل مشہور ہے کہ فلاں "بسوس سے بھی زیادہ منحوس ہے"۔ یہیں عُکّاد کی پہاڑی واقع ہے، جہاں کے رہنے والوں کی عربی آج تک نہایت فصیح اور ہر قسم کے فساد سے محفوظ ہے۔

نجد میں بہت سے دلفریب سبزہ زار اور نخلستان ہیں، جنہیں "کجیل" کے نام سے پُکارا جاتا ہے۔ نجد کے جنوب میں یمامہ واقع ہے۔

۸۔ احقاف۔ یہ عرب کے جنوب میں نشیبی سطح میں، عمان سے شمال مغربی جانب یمامہ سے متصل واقع ہے۔ کسی زمانے میں یہاں ایک زبردست قوم بسا کرتی تھی، جسے "عاد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بداعمالیوں کی وجہ سے اسے جھکڑوں اور آندھیوں کے ذریعے سے تباہ و برباد کر کے ریگزاروں کے تودوں میں دفن کر دیا۔

زمانۂ قدیم میں جزیرۂ عرب کو چھ حِصّوں میں منقسم کیا جاتا تھا :- حجاز، یمن ، تہامہ، احساء اور یمامہ ، یمامہ نجد اور یمن کے مابین تھا - یمامہ کے شمال میں نجد، مشرق میں احساء اور مغرب میں حجاز تھا، یمامہ اور ھجَر اُس کے مشہور شہر تھے تہامہ آجکل ارضِ حجاز میں شمار کیا جاتا ہے - یہ یمن اور حجاز کے درمیان واقع ہے احساء ساحِل خلیج پر عُمان سے بُصریٰ تک پھیلا ہوا ہے اور اس کا دوسرا نام بَحرَین ہے - احساء اور قطیف اس کے مشہور شہر ہیں - گویا کہ موجودہ تقسیم کے لحاظ سے تہامہ حجاز میں داخل ہے ، حَضَر مَوت ، مُہرہ اور عُمان ، یمن سے خارج ہیں، اور احساء ویمامہ نجد میں داخل ہیں -

اقوامِ عرب کے انساب و طبقات

قوم عرب کو تاریخی لحاظ سے تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ عاربۂ اُولیٰ یا عرباء۔

انہیں عرب بائدہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ قدیم ترین اور خالص ترین عرب تھے، جن کی تفصیلات ایامِ ماضی کے طویل سفر میں گم ہو کر رہ گئی ہیں۔ اتنا معلوم ہے کہ وہ بے شمار قبائل میں منقسم تھے۔ یہ لوگ ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد میں سے تھے۔ ان میں چند قبائل زیادہ مشہور تھے: عاد، ثمود، امیم، عُبَیل کُلثم، جَدِیس، عِمْلیق، جُرہم اولیٰ اور وَبار۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام انہیں قبائل میں پروان چڑھے ہیں۔ قوم نوح کے بعد یہ اقوام عالم میں سے قدیم ترین اور طاقت ور ترین قوم سمجھے جاتے ہیں ان کے آثار قدیمہ اب تک پائے جاتے ہیں۔ یہ پہلے بابل میں تھے، وہاں جب بنو حام نے ان سے مزاحمت کی تو یہ لوگ جزیرہ نمائے عرب کی جانب منتقل ہو گئے ان میں سے ہر گروہ کے الگ الگ پادشاہ تھے اور ان کے اپنے قلعے اور محلات تھے۔ بعد میں ایک وقت ایسا آیا کہ یمامہ کے بنو یعرُب بن قحطان عاربۂ اولیٰ پر غالب آ گئے۔

۲۔ عاربۂ ثانیہ یا عاربۂ متعربہ۔

یہ جُرہم بن قحطان بن عابر کی نسل سے ہیں۔ عابر ہود علیہ السلام کا دوسرا نام

ہے۔ یہ لوگ حجاز میں آباد تھے۔ انہیں عرب یمانیہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ابتدائً یہ
یمن میں مقیم تھے۔ عاربۂ ثانیہ کی ایک شاخ بنو سباء یا بنو عبد شمس بھی ہے۔ یہ چونکہ
بہت زیادہ جنگجو تھے اور ان کے پاس غلاموں کی کثرت تھی اس لئے ان کا یہ نام پڑ
گیا تھا (عربی میں سبا یا غلاموں کو کہا جاتا ہے)۔ یہ یشجُب بن یعرُب بن قحطان کی
اولاد ہیں۔ سبا کی نسل بہت چلی ہے۔ حمُیر، کہلان، یمنی قبائل اور ملوک تبُّع سب سبا
کی اولاد ہیں، سوائے عمران اور اُس کے بھائی کے جو کہ عاد بن حارثہ بن امری ءالقیس کی
اولاد ہیں، ان عربوں کا میلان تمدن و حضارت کی جانب تھا، انہوں نے بڑے بڑے
شہروں بلکہ مملکتوں کی بنا ڈالی۔ ملوکِ حیرہ (مَناذِرہ) اور ملوک شام (غسّانی بادشاہ)
انہی عربوں کی اولاد میں سے ہیں۔ ابتدائً عاربۂ اولیٰ اور عاربۂ ثانیہ ایک دوسرے کے
ہم عصر اور مددگار رہے ہیں۔ ثانی الذکر ہمیشہ بادیہ نشین اور ان ممالک سے دور رہے
ہیں جو عاربۂ اولیٰ کے زیر نگین تھے، بعد میں ایک وقت ایسا آگیا کہ عاربۂ ثانیہ کی
شاخیں زمین پر پھیل گئیں اور ان کے قبائل کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ تب جاکر انہوں
نے عاربۂ اولیٰ کے خلاف مزاحمت شروع کی اور ان کے زوالِ اقتدار کی تاک میں
لگے رہے، حتیٰ کہ آخرکار آٹھ سو سال قبل مسیح کے قریب عرب متعربہ نے عرب بائدہ
کی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح سے عربوں کی مملکت کو ایک جدید شکل میں
از سر نو وقار اور جاہ و جلال نصیب ہوا۔

عاربۂ ثانیہ (یا عرب متعربہ) میں سے قحطان ابن عابر پہلے شخص ہیں جو یمن
میں وارد ہوئے اور یہاں قوت حاصل کر کے تخت و تاج کے مالک بنے قحطان
کے بعد ان کے بیٹے یَعرُب جانشین ہوئے۔ اب باپ بیٹے کے بارے میں

مشہور ہے کہ عاربۂ ثانیہ میں سب سے پہلے انہی نے عربی بولنا شروع کی، ورنہ اصل میں عربی عاربۂ اولیٰ کی زبان تھی۔[1] قوم یعرب یمن کی قوم عاد پر، اور حجاز کی قوم عمالقہ پر غالب آگئی۔ چنانچہ قبیلۂ جرہم نے حجاز میں اور عاد بن قحطان نے شحر میں اور عمان بن قحطان نے عُمان میں اپنی اپنی حکومت قائم کر لی۔ قومِ تُبّع (جن کا قرآن میں بھی ذکر ہے) یعرب بن قحطان کی نسل میں سے تھے۔ تبابعہ نے یمن میں مدّتوں تک حکمرانی کی ہے، اور اپنی تہذیب و تمدن کے لحاظ سے یہ بہت مشہور ہیں، انہی کے عہد میں وہ زبردست سیلاب آیا تھا جسے تاریخ نے "سیلِ عرم" کا نام دیا ہے سارا یمن اس کی لپیٹ میں آگیا اور یہاں کے بسنے والے بالکل تتر بتر ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حادثہ ایک سو بیس قبل مسیح میں پیش آیا تھا۔ انہی تبابعہ کی ایک شاخ آل غسّان کے نام سے موسوم ہوئی جو کہ رومیوں کی طرف سے شام کے حکمران تھے، اور انہی کی ایک دوسری شاخ آل مُنذِر تھی جو فارسیوں کی جانب سے حِیرہ پر حکومت کرتی تھی۔ ان دونوں کو غَسَاسِنہ اور مَنَاذِرہ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

عرب ثانیہ یا عربِ متعرّبہ کے ایک طبقے کا نام عرب مستعربہ بھی ہے۔ ان میں سے ایک قبیلے کا نام عدنانی قبیلہ ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آباؤ

---

[1] اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ قحطان اور عاربۂ اولیٰ کی زبان میں کوئی زیادہ اختلاف تھا۔ ساری زبان (جس سے عربی زبان نکلی ہے) اُس زمانے میں مختلف اور مستقل زبانوں میں منقسم نہیں ہوئی تھی، اس وقت اختلاف دراصل محض لہجوں کا اختلاف تھا، جیسا کہ آج کل عربی ممالک کی عوامی زبان میں موجود ہے۔ یہی بات حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کی زبان پر بھی صادق آتی ہے۔

اجداد کا تعلق اسی قبیلہ سے ہے اور اس کا آغاز حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذات مبارک سے ہوا ہے۔ ان عربوں کو عرب مستعربہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کے جد امجد حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام عرب نہیں تھے بلکہ حضرت ھاجرہ سمیت مکہ میں آکر آباد ہوئے تھے۔ حضرت اسماعیل کی شادی قبیلۂ جُرہم کے سردار مُضاض کی صاحبزادی سے ہوئی اور یہیں انہوں نے عربوں کی زبان سیکھی۔

ان کی نسل بہت پھیلی اور مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں منقسم ہو گئی۔ بعض ان میں سے خالص بادیہ نشین ہیں جو خیموں میں زندگی بسر کرنے کے عادی۔ انہیں بدّو یا اعراب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی گزر اوقات اونٹوں اور بکریوں کے دودھ اور گوشت پر ہے۔ یہ لوگ پانی اور چارے کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض شہروں (مثلاً مکّہ، مدینہ، جدّہ وغیرہ) میں بس گئے ہیں۔ انہیں عَرَب کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ آزاد رہے ہیں، اور ان کی گردن کسی غیر کی غلامی کے قلاوے سے کبھی آشنا نہیں ہوئی۔

عدنان کی اولاد میں سے مَعَدّ اور معدّ کی اولاد میں سے نزار ہیں۔ نزار کی اولاد میں سے چار قبیلے بہت مشہور ہیں: اِیاد، اَنمار، ربیعہ اور مُضَر، بنو مضر کو حجاز میں کثرت اور غلبہ حاصل تھا اور حرم کی سرپرستی انہی کے لئے مخصوص تھی۔ بنو مضر کے قبیلے کی دو شاخیں کِنانہ اور قریش کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تعلق قبیلۂ قریش سے ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں قریش کو بہت فضل و شرف اور عزت و جاہ نصیب ہوا۔ بیت الحرام کی سرداری انہی کے پاس تھی اور تمام قبائل عرب پر انہیں تسلّط و تقدم حاصل تھا، اور ان میں سے بھی بنی لُوَیّ سب پر فائق تھے۔

ان کے سردار کا نام قُصَیّ تھا - چار سو چالیس قبل مسیح میں انہیں کعبے کی تولیت حاصل تھی - بنو عبد مناف قُصَیّ کی اولاد میں سے ہیں - ہاشم اور ان کے بھائی مطّلب اسی خاندان میں سے تھے - ہاشم کے بیٹے عبدالمطّلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا بھی اسی منصب پر فائز رہے ہیں -

مذکورہ بالا عربوں کے علاوہ قوم عرب کا ایک طبقہ اور بھی ہے ، یہ وہ طبقہ ہے جو ابتدائے اسلام سے پیدا ہوا ہے اور آج تک چلا آ رہا ہے - مُرورِ ایام اور غیر عرب اقوام سے اختلاط کی بنا پر ان لوگوں کی زبان بگاڑ سے محفوظ نہیں رہ سکی - گردشِ روزگار کے ہاتھوں ان کا وہ جاہ وجلال اور اقتدار فنا ہو چکا ہے جو انہیں جاہلیت اور اسلام میں حاصل تھا ، ان کے بے شمار قبائل ہیں جو اب تک خیموں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور صحراؤں میں گھومتے پھرتے ہیں - عَنزَہ ، صَخر اور سِبَاعہ وغیرہ ان قبائل میں شامل ہیں -اشاعت اسلام کے بعد ان لوگوں میں سے بہت بڑی تعداد شہروں میں بس گئی ہے اور شام ، مصر اور مغرب کے اصل باشندوں کے ساتھ بالکل گھُل مل گئے ہیں - حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب ان بلاد کا جو مکین بھی عربی میں کلام کرے وہ عرب شمار ہوتا ہے -

ممالک عرب قبل از اسلام

اسلام سے قبل عرب متعدد چھوٹی بڑی سلطنتوں میں منقسم تھے - ان میں سے بڑی سلطنتیں صرف تین تھیں :

(۱) دولت یمن - اس سلطنت کے بادشاہوں کا صدر مقام صنعاء تھا - ان میں سے پہلے بادشاہ کا نام قحطان بن عابر ہے - بعض اقوال کے مطابق عابر حضرت

ہود علیہ السلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ قحطان کے بعد اٹھائیس بادشاہ ان کے جانشین ہوئے اس کے بعد یہ سلطنت تبّع کی جانب منتقل ہوئی، جن کے اولیں بادشاہ کا نام ابن الاقرن تھا۔ اس کے بعد بیس بادشاہ مزید ہوئے، جن میں سے آخری تاجدار کا نام ذوجدن حمیری تھا، جس پر نجاشی والئ حبشہ کے سپہ سالار اریاط نے پانسو انتیس ۵۲۹ سن عیسوی میں غلبہ حاصل کیا اور یمن کو حبشہ کی سلطنت کا ایک حصّہ بنالیا۔ اس اریاط میں کمزوروں کے خلاف حقارت کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ وہ ان سے ایسی مشقت لیتا تھا جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی تھی، چنانچہ وہ گھبرا کر ایک دوسرے سردار لشکر ابرھہ کے گرد جمع ہوگئے۔ ابرھہ نے ارباط سے جنگ کی، اور اُسے قتل کرکے خود یمن کا فرمانروا بن بیٹھا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا یکسوم اور پھر اس کا بھائی مسروق یکے بعد دیگرے جانشین ہوئے۔ آخرکار سیف بن ذی یزن نے کسریٰ نوشیروان کی مدد سے مسروق سے نجات حاصل کی۔ اس کے بعد یمن کسریٰ کے زیرِ تسلط رہا، حتیٰ کہ چھ سو چونتیس ۶۳۴ سن عیسوی میں مجاہدین اسلام کے ہاتھوں یہ ملک فتح ہوا۔ اُس وقت اس کا عامل باذان تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں مسلمان ہوگیا۔

ملک عراق۔

اس مملکت کے والی مناذرہ تھے اور ان کا پایۂ تخت حیرہ تھا جو کہ کوفہ سے قریب ہے۔ یہ لوگ کسریٰ کی طرف سے عراق عرب کے حاکم تھے۔ ان میں سے پہلا حکمران مالک بن فہم تھا، جس کا نسب قحطان سے جا ملتا ہے۔ اس کے بعد اس کا بھائی عمر بن فہم اور بھتیجا جذیمہ بن مالک اور اسی طرح کل چھبیس ۲۶ بادشاہ ہوئے۔ ان کے آخری حکمران منذر بن نعمان کی حکومت کا خاتمہ اسلامی جرنیل حضرت خالد بن ولید کے ذریعے

سے ہوا۔

مملکت شام۔

شام کے حکمران آل غسان تھے۔ ان کے مُلوک کی تعداد بتیس[۳۲] تک پہنچتی ہے۔ یہ قیصر روم کی جانب سے شام کے گورنر تھے۔ ان کی بادشاہت جفنہ بن عمرو بن ثعلبہ سے شروع ہو کر جَبَلہ بن اَیہم پر ختم ہوئی۔ جبلہ سولہ[۱۶] سن ھجری میں حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مسلمان ہوئے۔ اسی سال حضرت عمرؓ اور جبلہ دونوں نے یک جا حج کیا۔

جب جبلہ طواف کر رہا تھا تو قبیلۂ فزارہ کے ایک شخص کا پاؤں جبلہ کے تہبند پر آ گیا۔ جبلہ نے اُس کی ناک پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ وہ شخص شکایت لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے جبلہ کو بُلوایا اور کہا "فدیہ ادا کرو، ورنہ میں اس شخص کو حکم دونگا کہ وہ بھی تمہاری ناک پر اسی طرح تھپڑ مارے"۔ جبلہ کہنے لگا "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں بادشاہ ہوں اور یہ ایک عام آدمی ہے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اسلام نے تم دونوں کو ایک جماعت کا فرد بنایا ہے اور قانون اور سزا کے معاملے میں تم دونوں کو ایک ہی سطح پر رکھا ہے"۔ جبلہ نے کہا "تو کیا میں نصرانی ہو جاؤں"؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا"۔ جبلہ نے کہا "مجھے آج رات کی مہلت دیجئے"۔ چنانچہ یہ مہلت دے دی گئی۔ جب رات ہوئی تو جبلہ اپنے سواروں اور پیادوں کو ہمراہ لے کر شام واپس گیا اور وہاں سے قسطنطنیہ جا پہنچا۔ اُس کی قوم کے پانسو آدمی اُس کے ہمراہ گئے، اور سب نے عیسائیت اختیار کر لی۔ ھِرَقل اُن سے بہت خوش ہوا اور ان کی بڑی عزت افزائی

کی۔ بعد میں جبلہ کو اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی، جسے اُس نے ذیل کے اشعار میں بیان کیا ہے :۔

تنصرت الاشراف من عار لطمة	معزز لوگوں نے تھپڑ کو عار سمجھ کر نصرانیت
وما کان فیها لو صبرت لها ضرر	اختیار کی، اور اگر میں اس پر صبر کرتا، تو اس
تکنفنی فیها لجاج و نخوة	میں کچھ نقصان نہ تھا، مجھے ضد اور نخوت نے اس
وبعت لها العین الصحیحة بالعور	مقام پر پہنچایا، اور میں نے صحیح آنکھ کے بدلے
فیالیتنی امی لم تلدنی ولیتنی	کانی آنکھ کو خریدا، کاشکہ میری ماں مجھے نہ
رجعت الی القول الذی قاله عمر	جنتی، اور کاش کہ میں اُس بات کی طرف
	لوٹتا جو عمرؓ نے فرمائی۔

بلادِ عرب کی بڑی سلطنتیں یہی تین تھیں۔ ان کے علاوہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ مثلاً کِندہ وغیرہ، یہی حال چھوٹے چھوٹے سلاطین کا تھا جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں : مثلاً بنی وائل کا بادشاہ کلیب، تغلب جس نے جسّاس بن مُرّہ کو قتل کیا تھا اور قیس بن زہیر عبسی وغیرہ۔

عربوں کے اخلاق و عادات۔

شجاعت، عفّت، مردانگی، بلند ہمتی، حمیّت، ایفائے عہد اور خود داری، عربوں کی نمایاں ترین صفات ہیں۔ عار کو وہ اپنے حق میں موت سے بھی بدتر سمجھتے ہیں اسی عار کے باعث وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے، ہمسائے کی نصرت و مدافعت، سخاوت، مہمان نوازی، جنگ آزمائی، عزت نفس، ظلم کی مزاحمت، شعر و خطابت اور وقار و تمکنت کو بھی ان کے اخلاقِ حسنہ میں شمار کیا جاتا ہے، اپنی

زبان اور عربیت ان کی عزیز ترین متاع تھی اور وہ غیر عرب سے ملنا جلنا ہمیشہ ناپسند کرتے تھے، تاکہ ان کی زبان عجمی اثرات سے پاک رہے۔ ان کی بری عادات یہ تھیں کہ وہ اپنی اولاد کو عار یا فقر و مسکنت کے خوف سے زندہ دفن کر دیتے تھے، کینہ و انتقام کا جذبہ ان میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ اگر ایک قبیلے کا صرف ایک آدمی قتل ہو جاتا تھا، تب بھی اس کی وجہ سے لڑائیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جن میں بے حد و حساب جانیں ضائع ہوتی تھیں۔ تنابز بالالقاب کی عادت بھی ان میں عام تھی، اور ایک دوسرے کے توہین آمیز نام رکھ کر پکارا کرتے تھے۔ تبنّی کی رسم قبیح بھی ان میں جاری تھی، جس کی رو سے ایک غیر حقیقی لے پالک کو حقیقی اور صلبی بیٹے کا درجہ دے دیا جاتا تھا، اور وہ وراثت وغیرہ کے سارے حقوق سے متمتع ہوتا۔ شرک اور غیر اللہ کی عبادت بھی ان میں عام تھی۔ اس کی مختلف شکلیں اور قسمیں تھیں۔ بعض لوگ مخصوص نام کے بتوں، مثلاً لات، عُزّیٰ، ھُبَل، نَسر، سُواع، یغوث، یعوق، وغیرہ کے پجاری تھے۔ بعض سورج، چاند، عُطارِد، مشتری وغیرہ اجرام فلکی کے پرستار تھے۔ ان کے نام بھی مشرکانہ ہوتے تھے، مثلاً عبدالعُزّیٰ، عبدالشمس وغیرہ ان کے ہاں نصاریٰ، یہود اور مجوس کی بھی ایک کثیر تعداد آباد تھی۔

شروع میں سارے عرب موحّد تھے۔ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کے طریقے پر صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ پھر انہوں نے بتوں کو اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان واسطہ بنایا۔ بعد میں آہستہ آہستہ بتوں کو بھی معبود بنا لیا، اور ان کی بارگاہ میں چڑھاوے اور قربانیاں پیش کرنا شروع کر دیں۔ جب وہ کفر، شرک اور جہالت کی آخری حد کو پہنچ گئے تو اللہ نے ان کی طرف اپنا برگزیدہ رسول اور پسندیدہ نبی بھیجا،

جس نے انہیں پھر راہ حق کی جانب لوٹایا، یہ وہی راستہ تھا جس پر ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام چلے۔ اس طرح اللہ نے قوم عرب کو گمراہی کے بعد ہدایت بخشی۔

تمہید

اللہ نے انسان کو پیدا کر کے یونہی شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا کہ جو ان کے جی میں آئے کریں اور جو ان کے منہ میں آئے کہہ دیں۔ نہیں بلکہ نظام حکمت اور رابطۂ نبوتؐ کے ذریعے سے انہیں باہم مربوط کیا ہے۔ اللہ نے ہر قوم کی جانب اپنے ھادی، رہنما اور رسول بھیجے۔ جو انہیں راہ ہدایت دکھاتے تھے۔ ابتداء میں امتِ عربیہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی شریعت پر کاربند تھی، لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا عربوں نے اسے بدل دیا، اور بہت سی باتیں اپنے جی سے گھڑ کر اس میں ملا دیں، حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جس امت کی بنا توحید پر قائم ہوئی تھی، شرک اور بت پرستی اب اُس کی نمایاں علامت بن کر رہ گئی، اور بے دینی، فسق و فجور اور قتل و غارت ان میں عام ہو گیا۔

جب کفر و جہل پورے طور سے ان کے دل و دماغ پر چھا گیا تو اللہ نے ان کی حالت پر رحم کھا کر انہی میں سے ایک رسول ان کی طرف بھیجا۔ یہ نبیِ امی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اللہ نے آپ پر اپنی کتاب "القرآن الحکیم" کو نازل فرمایا اور اپنی طاقت سے آپ کی مدد اور پشت پناہی کی، اور اس طرح سے ھدایت نے ضلالت کا خاتمہ کر دیا، علم نے جہالت کو کافور کر دیا، اور عربوں کے احوال کی کلّی اصلاح ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس دعوت کی راہ میں جن مصائب کا سامنا کیا ہے اور جن شدائد کا مقابلہ کیا ہے، وہ اتنے سنگین تھے کہ اُن کے

آ گے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے ۔ لیکن اللہ نے آپ کو جو غیر معمولی قوت و عزیمت اور ہمت و استقامت عطا فرمائی تھی، اس سے کام لیتے ہوئے آپ ایسی ثابت قدمی اور مضبوطی کے ساتھ اپنی دعوت پر جمے رہے، جس کی مثال نہیں مل سکتی ۔

اسلام کیسے پھیلا؟

یہاں اس سوال کا جواب دے دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیا "اسلام دعوت کے زور سے پھیلا ہے یا تلوار کے زور سے"۔ بعض ذہنوں میں یہ خیال جاگزیں ہے کہ اسلام تلوار کی مدد سے پھیلایا گیا ہے ۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے دین کا تعلق انسان کے عقل و شعور اور دل و دماغ سے ہے ۔ انسان پر اگر ہم اِن راستوں سے اثر انداز ہونا چاہیں تو صرف دعوت و تبلیغ ہی کے ذریعے سے ہو سکتے ہیں اور اسی کے نتیجے میں انسان ایک عقیدے اور نظریے کو تسلیم کرتا ہے اگر جبر و اکراہ سے کام لیا جائے تو انسان کا ضمیر کس طرح مطمئن ہو سکتا ہے اور اس کے قلب میں ایمانی کیفیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے، حق یہ ہے اور اس حق سے مجال انکار نہیں کہ دینِ اسلام دعوت و تلقین ہی کے بل پر قائم ہوا، اور اسی پر اس کی بقاء کا انحصار ہے ۔ اگر ہم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے کھل کر آجاتی ہے ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب مکہ میں انواع و اقسام کے شرمناک مظالم توڑے جا رہے تھے، کیا اُس وقت آنحضور ؐ کے لئے اس کا کوئی موقع موجود تھا کہ آپ طاقت کے زور سے اسلام کی اشاعت کرتے؟ انصارِ مدینہ کو اسلام قبول کرنے پر آیا آپ نے مجبور کیا تھا یا آپ نے ان کے سامنے اپنی دعوت پیش فرمائی تھی اور انہوں

نے اپنی مرضی اور دل کی آمادگی سے اس پر لبیک کہا تھا؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاشبہ تلوار کا استعمال کیا ہے، لیکن آپ نے ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کی مدافعت میں، ظلم و عدوان کی مزاحمت میں اور اپنی دعوت کی حمایت میں تلوار سنبھالی ہے۔ اس طرح کے قتال کو کون شخص عدل و انصاف کے منافی خیال کر سکتا ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب۔

آنحضورؐ کا نسب مبارک اس طرح ہے:

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصَیّ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوَیّ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خُزَیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضَر بن نزار بن مَعَدّ بن عدنان۔

یہاں تک کے نسب پر جملہ علمائے حدیث و سیرت کا اتفاق ہے۔ اس کے اوپر کا نسب صحیح طور پر ثابت نہیں ہے، البتہ اس بارے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضورؐ کا نسب اسماعیل اور ابراہیم علیہما السلام پر جا کر ختم ہوتا ہے یہ نسب نامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ددھیال کی طرف سے ہے، ننھیال کی طرف سے آپ کا نسب یوں ہے:

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زُہرہ بن کلاب، اس طرح سے نسب ہر دو طرفین سے کلاب پر جا کر مل جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ولادت[۱] تا نبوت، آغاز نبوت[۲] تا ہجرت، ہجرت[۳] تا وصال۔ آئندہ صفحات میں ہر سہ ادوار کے الگ الگ حالات بیان ہوں گے۔

حیاتِ نبوی کا دورِ اوّل

از ولادت تا نبوّت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کو آپ کے دادا عبدالمطّلب ساری اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جب عبداللہ کی عمر اٹھارہ برس کی ہوئی تو آپ کے والد نے آپ کی شادی آمنہ بنت وہب سے کی، جن کے بطن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے۔ آنحضور ؐ کی ولادت سے قبل (یا بعض روایات کے مطابق ولادت سے دو ماہ بعد) آپ ؐ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ عام الفیل[1]، ربیع الاول کی بارھویں تاریخ، اتوار کا روز اور طلوعِ فجر کا بابرکت وقت تھا، جب کہ عالمِ مادّی آپ کے وجودِ مسعود سے مشرّف ہوا۔ اس زمانے میں فارس کا حکمران نوشیروانِ عادل تھا۔ اپنے والد کے ترکے میں آپ کو صرف پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک لونڈی ملی، بچپنے میں آپ کو حلیمہ ؓ سعدیہ نے دودھ پلایا ہے۔ شہری عربوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو صحرا نشین بدّو عورتوں کا دودھ پلاتے تھے تاکہ بچوں میں خاندانی فضائل و خصوصیّات زیادہ سے زیادہ محفوظ رہیں، جن ایام میں آنحضور کی ولادت باسعادت

---

[1] فیل کے معنی عربی میں ہاتھی کے ہیں، یہ وہ سال تھا جبکہ حبشہ کا بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ ایک بہت بڑا ہاتھی لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا، لیکن اللہ نے ان پر اپنا عذاب بھیج کر انہیں تباہ کر دیا۔ عیسوی کیلنڈر کے حساب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت ۲۰ ؍ اپریل ۵۷۱ء ہے۔

ہوئی ہے، ان دنوں قبیلہ بنی سعد بن بکر کی عورتیں بچوں کی تلاش میں مدینے آئی تھیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کا شرف حلیمہ بنت ابی ذُوَیب کو حاصل ہوا۔ ان کے خاوند کا نام ابوکبشہ تھا۔ چنانچہ یہ گھر برکات سے معمور رہا اور چار برس سے زائد کا عرصہ آنحضورؐ نے یہاں گزارا۔

آنحضور کی والدہ کا انتقال۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم چھ برس کے تھے، جب کہ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر آپ کے ننھیال کے ہاں مدینے روانہ ہوئیں، مگر رستے میں اَبواء[1] کے مقام پر آپ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد ام ایمنؓ نے آپ کو گود میں لیا، اور آپ کی کفالت کے فرائض آپ کے دادا عبدالمطلب نے سرانجام دیے۔ دادا اپنے بیٹوں سے بھی بڑھ کر اپنے پوتے سے محبت وشفقت کا برتاؤ رکھتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں اپنے پوتے میں بزرگی اور عظمت کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔

عبدالمطلب کی وفات

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ برس کی تھی، جب کہ آپ کے دادا کا بھی انتقال ہوگیا۔ تب آپ کے چچا ابوطالب آپ کے سرپرست بنے۔ وہ ایک نہایت کریم النفس اور بلند حوصلہ انسان تھے، البتہ وہ فقرواحتیاج کے ہاتھوں ایسے مجبور تھے کہ اپنے اہل وعیال کی کفالت بھی ان کے لئے آسان نہ تھی۔

---

[1] یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے، جو مدینہ سے قریب تر ہے۔

آنحضورؐ کا پہلا سفر شام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نو برس کی عمر میں اپنے چچا کے ہمراہ شام کا سفر کیا، بُصریٰ کے مقام پر اس قافلے کی ملاقات بحیرا راہب سے ہوئی۔ اُس نے اس قافلے کو ایک عربی نبی کے ظہور کی خبر دی، جیسا کہ اپنی کتب مقدسہ سے اُسے معلوم ہوا تھا۔ قافلے والوں نے کہا کہ وہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔

حربِ فجار۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سن بیس برس کا تھا جب کہ حرب فجار واقع ہوئی، اس لڑائی میں ایک طرف قریش اور ان کے حلیف اور دوسری جانب قبیلۂ قیس اور ان کے حلیف تھے۔ یہ مکہ اور طائف کے مابین نخلہ کے مقام پر لڑی گئی، اس میں قریش کا پلہ بھاری تھا، لیکن یہ صلح پر انجام پذیر ہوئی۔

آنحضرتؐ کا دوسرا سفر شام

پچیس برس کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ شام تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ آپ نے حضرت خدیجہ بنت خُویلد کا سرمایہ لے کر تجارت کا مشغلہ اختیار فرمایا۔ حضرت خدیجہ نے خاص طور پر آپ کا انتخاب اس لئے کیا کہ آپ کی صداقت اور امانت کا پوری قوم میں چرچا تھا، حتیٰ کہ قوم نے آپ کو "الامین" کا لقب دے رکھا تھا۔ حضرت خدیجہ رضؓ کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ سفر میں شریک تھا۔ اس تجارت میں اللہ نے برکت دی اور بہت منافع حاصل ہوا۔

حضرت خدیجہؓ سے تزویج۔

اسی سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لائے تو واپسی کے دو

ماہ بعد حضرت خدیجہ نے آپ کے اخلاقِ حمیدہ سے متاثر ہو کر خود آپ سے نکاح کی درخواست کی، جسے آپ نے قبول فرمایا۔ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس تھی۔

تعمیر کعبہ۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس ہی برس کی تھی کہ ایک زبردست سیلاب آیا، جس سے کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ خانۂ کعبہ میں آگ بھی لگ گئی تھی، جس کی وجہ سے دیواریں کمزور ہو چکی تھیں۔ قریش نے عمارت کو گرا کر دوبارہ تعمیر کرنے کا عزم کیا اور اس عمل میں آنحضورؐ بھی شریک ہوئے۔ کعبے کی تعمیر پر عرب ہمیشہ پاکیزہ مال خرچ کرتے تھے۔ اس مال میں سود کا شائبہ یا زنا کی کمائی کی آمیزش مطلقاً نہیں ہوتی تھی۔ اشراف قریش اپنے سروں پر پتھر ڈھو رہے تھے اور ان میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چچا عباس بھی شامل تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند باندھ رکھا تھا۔ حضرت عباس نے آپ سے کہا کہ آپ اپنا تہبند کندھے اور گردن پر ڈال لیں تاکہ بوجھ اٹھانے میں آسانی ہو۔ آنحضورؐ نے ایسا کر تو لیا مگر آپ فوراً بیہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ کے چچا نے دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے ایک شدید آواز سنی جو کہہ رہی تھی کہ اپنی چادر باندھ لو"[1]

جب کعبے کی دیواریں اٹھاتے ہوئے "حجر اسود" کے نصب کرنے کا مرحلہ آیا، تو اس سوال پر سخت اختلاف پیدا ہو گیا کہ کونسا گھرانہ اس پتھر کو دیوار میں لگائے۔ قریب تھا کہ جنگ و جدال تک نوبت جا پہنچے، مگر رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے

---

[1] واضح رہے کہ قلت لباس کی بنا پر عرب بالعموم ایک ہی لمبا کرتہ پہنتے تھے اور تہبند کو ایک غیر معمولی اور غیر ضروری تکلف و تعیش خیال کرتے تھے۔ کرتے اور چادر کے مجموعے کو حلّہ (لباسِ فاخرہ) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا (مترجم)۔

کو نہایت خوش اسلوبی سے طے کر دیا۔ آپ نے ایک چادر بچھائی اور فرمایا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی چاروں طرف سے چادر تھام لے۔ پھر آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر چادر میں رکھ دیا اور لوگوں سے کہا کہ چادر کو اٹھا کر دیوار کے قریب لے جائیں۔ اس کے بعد آپ نے پتھر اٹھایا اور اسے اپنے مقام پر رکھ دیا۔

بعثت نبویؐ۔

آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرمایا۔

حیات قبل نبوت کی ایک جھلک

آنحضورؐ کسی مُربّی یا معلّم کی تعلیم و تربیت کے منّت پذیر نہیں ہوئے اور نہ کسی بشر ہی نے اتالیق کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے آپ کو آداب و اطوار سکھائے ہیں جاہلیت اور وثنیت کے ماحول میں پروان چڑھنے والے ہم عمر اور ہم عصر نوجوانوں کے اندر آنحضورؐ نے زندگی بسر کی ہے۔ آپ کی قوم کے چھوٹے بڑے سب توہمات میں غرق اور بت پرستی کا شکار تھے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم عنفوان شباب ہی سے اپنی عقل و وجاہت اور اپنی اخلاقی فضیلت کے لحاظ سے گردوپیش کے ماحول میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام کے مالک تھے۔ پوری قوم نے آپ کو "امین" کا لقب دے رکھا تھا۔ بارانِ رحمتِ ربّی نے اس دُرِّ یتیم کی پرورش اور اس کی نگہداشت براہ راست اپنے اہتمام سے کی، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی جب ادھیڑپن کی سرحد میں داخل ہوئی، تو آپ ایک فردِ کامل تھے، حالانکہ سوسائٹی اشخاصِ ناقص سے معمور تھی، آپ رفیع الشان تھے، حالانکہ عوام الناس قعرِ مذلت میں

گر چکے تھے، آپ موحد تھے حالانکہ بت پرستی چارسو مسلط تھی، آپ سلامت روی کی راہ پر گامزن تھے، حالانکہ لوگ راہ راست سے بھٹک چکے تھے، آپ کا عقیدہ صحیح و سالم تھا حالانکہ گرد وپیش میں توہم پرستی کا دور دورہ تھا، آپ کی فطرت خیر کی طالب تھی حالانکہ لوگ جاھل اور صراطِ مستقیم سے منحرف تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کی گود میں پلے اور پروان چڑھے ہیں، جو فسق و فجور اور خوں ریزی اور اسی قسم کی دوسری بد اعمالیوں کی عادی تھی۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان ان چیزوں کی جانب مطلق نہیں تھا۔ آپ اپنے حُسنِ اعمال اور صدقِ مقال کے لحاظ سے پوری قوم میں نمایاں اور ممتاز تھے، آپ کی دیانت و امانت ضرب المثل تھی، اور اوائل عمر ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جاہلیت کے جملہ ناپسندیدہ مشاغل سے محفوظ رکھا، اور فطری طور پر ہی آپ کو قلب سلیم اور خلقِ عظیم کا مالک بنا کر دنیا میں بھیجا۔

اپنی عمر کے ابتدائی ایام آپ نے اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ صحرا میں بکریاں چراتے ہوئے گزارے ہیں اور مکہ میں واپسی پر بھی کچھ عرصہ آپ نے یہ مشغلہ اختیار کیے رکھا۔ بعد میں جب آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا اور بالخصوص آپ کا حضرت خدیجہ رضؓ سے نکاح ہوگیا، اس وقت اگر آپ چاہتے تو مادی ذرائع و وسائل کے نقطہ نظر سے وہ مقام بآسانی حاصل کر سکتے تھے جو آپ کی قوم کے بڑے بڑے لوگوں کے پیش نظر تھا۔ لیکن محض دنیا آپ کی توجہ کا مرکز نہ بن سکی اور اس کی دلفریبیاں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف کھینچنے میں ناکام رہیں۔ آپ نے اُن پامال راستوں پر قدم نہیں رکھا، جن پر چل کر لوگ دنیوی مال و دولت اور ساز و سامان سمیٹ رہے تھے، بلکہ جیسے جیسے

آپ کی عمر بڑھتی گئی، آپ کی توجہ ان چیزوں سے ہٹتی گئی اور آپ کی طبیعت میں خلوت پسندی، تفکّر، مراقبہ اور توجہ الی اللہ کی کیفیت بڑھتی چلی گئی۔ اپنی قوم کی برائیوں پر آپ کا دل بے حد مغموم تھا، اور آپ اپنے اللہ سے اس بات کے طالب اور متلاشی تھے کہ کسی طرح دنیا شر سے نجات پائے اور یہ چیز آپ کے اطمینان اور تشفی کا باعث بنے۔ آپ نے ایک مدّت اسی بے چینی اور انتظار میں بسر کی، حتّٰی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خلعتِ رسالت عطا فرمایا۔

حیاتِ نبوی کا دَورِ ثانی (۱)

عہد نبوت کے ابتدائی چار سال

غارِ حراء میں۔

جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائیوں میں اپنے اللہ سے لَو لگائی تو اللہ نے آپ کو رویاءِ صالحہ کی شکل میں بعض غیبی امور دکھانے شروع کیے۔ یہ نیک اور بشارت آمیز خواب ہوتے تھے جو ہمیشہ سچے ثابت ہوتے تھے۔ اُس زمانے میں آپ غارِ حراء[1] میں بالعموم عُزلت نشین ہوا کرتے تھے۔ آپ دس دس دن یا بعض اوقات اس سے زیادہ مسلسل وہاں قیام فرماتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے تھے اور جب ختم ہو جاتا تھا تو گھر تشریف لاتے تھے اور حضرت خدیجہؓ سے مزید زادِ لے کر واپس چلے جاتے تھے۔

ابتدائے وحی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس برس ہوگئی تو اُس عالم غیب کا پردہ آپ کے سامنے سے اٹھنا شروع ہوا، جس کے لئے آپ مدتوں سے مشتاق، منتظر اور چشم براہ تھے۔ انوارِ قدسیہ کا جلوہ نمودار ہوا اور آپ پر وحیٔ الٰہی کا نزول شروع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری کے منصب عظیم کے لئے منتخب فرمالیا، اور غارِ حراء

---

[1] حراء مکہ کے قریب ایک پہاڑی ہے۔

ہی میں تھے کہ جبریل امین علیہ السلام آپ کے پاس آئے تاکہ آپ کو اس امر کی تعلیم دیں کہ اپنی قوم کو اور تمام انسانوں کو راہ ہدایت کیسے دکھائی جائے۔ پس آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا، آپ نے اُسے واشگاف انداز میں بیان فرمایا اور جو تعلیم بھی آپ پر اتاری گئی، آپ نے اُسے دوسروں تک پہنچا دیا۔

آغاز میں آپ نے خاموشی کے ساتھ انفرادی طور پر دعوت رسالت کو پھیلانا شروع کیا۔ سن رسیدہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رض ابن قحافہ، عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رض اور لڑکوں میں سے حضرت علی رض ایمان لائے۔ حضرت علی رض کو اس وقت تک کسی بُت کے پوجنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اسی وجہ سے انہیں عموماً "کرّم اللہُ وجہہٗ" کا لقب دیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت بخشی ہے۔

آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں معزّز اور خوش حال لوگ بھی تھے، اور غریب اور غلام بھی تھے، مثلاً عثمان بن عفّان، زبیر بن عوّام، عبدالرحمٰن بن عوف رض، صہیب رومی، عمار بن یاسر عبسی، عبداللہ بن مسعود، ابوذر غفاری، عبیدہ بن حارث ابن عبدالمطلب اور عثمان بن مظعون وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اس مرحلے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تو تلوار تھی کہ جس کے سامنے گردنیں جھک جائیں، نہ آپ کے پاس دنیوی ساز و سامان تھا کہ یہ لوگ اپنی قوم اور خاندان کے طور طریقوں کو چھوڑ کر اور دولت فراواں سے منہ موڑ کر آپ کے پیچھے ہو لیتے، اور اس کے عوض میں ذلت، اھانت اور عذاب مول لیتے۔ آپ پر ایمان لانے والوں میں بہت سے افراد ایسے تھے کہ ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دولت و ثروت تھی، مثلاً

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت خالدؓ بن سعید وغیرہ لیکن یہ دولت ان کے راستے میں حائل نہ ہوئی۔ غلاموں میں سے جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے بھوک، پیاس، اذیت اور مشقت کو برداشت کیا مگر وہ آبائی دین کی طرف نہ لوٹے۔ اگر وہ اپنے آقاؤں کا اتباع کرتے تو وہ ناز و نعمت اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکتے تھے، لیکن دینِ حق جب انسان کے دل و دماغ میں جاگزیں ہو جاتا ہے، تو اُس کے مقابلے میں ہر شے اُس کی نگاہوں میں ہیچ نظر آتی ہے۔

فترۂ وحی۔

کچھ عرصہ کے لئے وحی کا نزول رُک گیا۔ غالباً چالیس روز تک وحی نہیں آئی۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے اشتیاق میں اضافہ ہو اور اس طرح زیادہ مقدار میں وحی اخذ کرنے کی استعداد آپ میں ظہور پذیر ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انقطاعِ وحی کے اس دور میں وحی کے لئے ذوق و شوق اور انتظار کی شدید کیفیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہو گئی، اور آپ کو ایک گونہ خدشہ اور اضطراب دامنگیر ہو گیا کہ مبادا آپ نعمتِ وحی سے محروم نہ ہو جائیں۔ اس کے بعد وحی کا دوبارہ نزول شروع گیا۔ جبریل علیہ السلام جو اولین وحی لے کر آپ کے پاس آئے ہیں وہ سورۂ اقراء کی ابتدائی آیات ہیں۔

علانیہ دعوت و تبلیغ۔

ابتداء میں آپ اپنی دعوت نجی مجالس میں پیش کیا کرتے تھے تاکہ لوگ اسے ایک نئی نرالی بات سمجھ کر ایک دم اس سے دور نہ ہٹ جائیں۔ بعد میں یہ آیت نازل ہوئی: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (جس بات کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اُسے واشگاف طریق پہ پیش کرو اور مشرکین سے اعراض کرو)۔ آپ نے اس حکم کی تعمیل

کی اور اس دعوت کو پورے زور شور سے پھیلانا شروع کر دیا۔ آپ نے لوگوں کو اس بات کی نصیحت کی کہ وہ صرف ایک خدا پر ایمان لائیں، اسی کے بندے بن کر رہیں، اور اپنے آبائی شرک، کفر اور بت پرستی کو ترک کریں۔ آپ نے انہیں منکرات و محرمات کے ترک کرنے کا حکم دیا۔ ان لوگوں میں سے بہت سے ایسے نکلے، جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور بہت سے ایسے تھے جو گمراہی میں مبتلا رہے۔

اس دعوت کے راستے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے ہاتھوں بڑے بڑے مصائب و شدائد برداشت کئے۔ آپ پر پتھر برسائے گئے، آپ کے دروازے پر غلاظت کے انبار لگائے گئے، آپ کے قتل کی تدابیر سوچی گئیں، غرضکہ آپ کے ساتھ وہ سلوک ادا کیا گیا، جس کا تصور کرتے ہوئے جبینِ انسانیت شرم و حیاء کے مارے عرق آلود ہو جاتی ہے۔ جس وقت آپ بیت اللہ میں نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اُس وقت آپ کی راہ میں کانٹے بچھا دیے جاتے تھے۔ منکرین نے اپنی یہ شرمناک روش جاری رکھی اور آنحضور صبر و ثبات کے ساتھ یہ سب کچھ جھیلتے رہے مگر اپنی دعوت سے دست بردار نہ ہوئے۔

حیاتِ نبوی کا دورِ ثانی

(۲)

عہدِ نبوت کے آخری نو سال

پہلی ہجرت حبشہ۔

عہدِ نبوت کے پانچ سال گزر چکے تھے، جب کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین کی ایذا رسانی اب آنحضور تک محدود نہیں رہی تھی، بلکہ آپ کے اصحاب بھی اس میں برابر مبتلا کئے جا رہے تھے۔ بالخصوص وہ لوگ نشانۂ ستم بنائے جا رہے تھے، جن کا اپنے قبیلے میں کوئی حامی اور مددگار موجود نہ تھا۔ اس موقع پر اپنے دین و ایمان کو بچانے کی خاطر دس مردوں اور پانچ خواتین نے ہجرت کی۔ یہ اصحاب تین ماہ تک حبشہ میں رہے، اور اس کے بعد واپس آ گئے۔ اس اثناء میں حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسلام لا چکے تھے اور کچھ اوپر چالیس مرد اور گیارہ عورتیں دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔

شعبِ ابی طالب میں داخلہ۔

عہدِ نبوت کے سال ہفتم میں مشرکین قریش کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابو طالب اور بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کے جملہ افراد سمیت ایک پہاڑ کی ایک گھاٹی میں پناہ لینی پڑی۔ اس گھاٹی کو شعبِ ابی طالب کے نام سے

یاد کیا جاتا ہے۔ اس محاصرے میں خاندان کے سارے مسلم وغیر مسلم ارکان بلاامتیاز شریک تھے۔ صرف ابولہب ایک ایسا شخص تھا، جس نے اپنے قبیلے کا ساتھ نہیں دیا۔ قریش نے جب دیکھا کہ اسلام چاروں طرف پھیل رہا ہے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا۔ آپ کے کنبے نے جب وادی میں پناہ لی تو قریش نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ ان کا معاشرتی مقاطعہ کیا جائے اور ان سے کبھی صلح نہ کی جائے۔ کفار نے اس سارے خاندان کے لئے خرید و فروخت اور فراہمیٔ رزق کے دروازے تنگ کر دیئے، اور کعبے میں ایک نوشتہ لٹکا دیا کہ جب تک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لئے ان کے حوالے نہیں کیا جائے گا وہ اس بائیکاٹ کو جاری رکھیں گے۔

حبشہ کو ہجرت ثانیہ۔

اس مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو دوبارہ ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ اس مرتبہ تقریباً تراسی مردوں اور اٹھارہ عورتوں نے ہجرت اختیار کی۔ اس قافلے میں یمن کے کچھ اصحاب بھی آملے۔ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ اور اُن کی قوم کے دوسرے مسلمان افراد تھے۔ قریش نے جب دیکھا کہ ان مہاجرین کو حبشہ میں کچھ قرار و اطمینان نصیب ہوگیا ہے تو انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ کو تحائف دے کر نجاشی کے پاس بھیجا اور اس سے مسلمانوں کی واپسی کی درخواست کی۔ نجاشی نے انکار کیا اور دونوں آدمی ناکام واپس آئے۔ نجاشی کے سامنے جب سورۂ مریم کو تلاوت کیا گیا، تو وہ اسے سن کر مسلمان ہوگیا اور اُس کے ساتھ اور بہت سے راہب بھی اسلام لے آئے۔ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن میں آیا ہے:

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ اٰمَنُوا اور تم پاؤ گے ان میں سب سے زیادہ محبت کرنے والا

اَلَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَاَنَّهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ۔

اُن لوگوں کو جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ اُن میں عالم ہیں اور راہب ہیں اور وہ استکبار نہیں کرتے۔

نجاشی کی موت اسلام پر ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کی خبر دی اور آنحضور نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ غائبانہ نماز جنازہ کی دلیل یہیں سے ملتی ہے۔

نوشتے کا خاتمہ۔

عہد نبوت کے دسویں سال قریش کے بعض لوگوں نے اس مقاطعے کی تنسیخ کا بیڑا اٹھایا، جس کی شرائط کو تحریری صورت میں کعبے کے اندر لٹکایا گیا تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ دیگر محصور افراد تین سال کی نظر بندی کے بعد شعب ابی طالب سے باہر آئے۔ یہ سارا زمانہ انتہائی عسرت اور بھوک پیاس میں بسر ہوا۔ سامان زیست کا ملنا محال تھا۔ بس کچھ نیک نہاد لوگ چوری چھپے کوئی چیز پہنچا آتے تھے۔ لوگ درختوں کے پتے کھا کر جسم و روح کا رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس بائیکاٹ کے خاتمے سے قبل ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دے دی تھی کہ جس صحیفے میں یہ تحریر درج ہے اُسے کیڑا کھا گیا ہے، اور اُس میں اب صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ لوگوں نے جب اسے نکالا تو ایسا ہی پایا۔ لیکن افسوس کہ مشرکین ظلم و بغاوت سے باز نہ آئے۔

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات

دسویں سن نبوت ہی میں پہلے حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا اور اس کے دو ماہ بعد

ابوطالب بھی وفات پا گئے جب کہ ان کی عمر ۸۷ ستاسی برس کی تھی۔ ابوطالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور دشمنوں کے مقابلے میں آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اگرچہ ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو صحیح و صادق سمجھتے تھے، لیکن آپ نے آخر وقت تک کلمۂ شہادت ادا نہیں کیا، مبادا کہ ان کی قوم انہیں عار دلائے، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے سرداران قریش کو جمع کیا اور انہیں وصیت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن سلوک کریں اور ان کے ساتھ تعاون و نصرت کا رویہ اختیار کریں۔ آپ نے کہا "تمہارے پاس اب ایک ایسی چیز آگئی ہے جسے دل قبول کر رہا ہے، مگر زبان خوفِ عداوت کی بنا پر اس سے انکاری ہے"۔ ابوطالب کے انتقال کے بعد قریش کی ایذا رسانی پہلے سے زیادہ ہوگئی اور ان کی ضد اور تعصب میں مزید اضافہ ہوگیا۔

سفر طائف۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ طائف کی جانب روانہ ہوگئے، جہاں بنو ثقیف آباد تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ شاید یہ لوگ آپ کی دعوت قبول کریں اور آپ کے معاون ثابت ہوں۔ آپ کے خادم حضرت زید رضؓ بن حارثہ بھی آپ کے شریک سفر تھے۔ آنحضور رحؐ نے طائف میں ایک ماہ قیام کیا اور لوگوں کو اپنے اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ ان پر اس دعوت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ ان کی طرف سے نہایت بُرا ردعمل ظاہر ہوا۔ انہوں نے اپنے ہاں کے لونڈوں اور غلاموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا، تاکہ وہ آنحضورؐ پر آوازے کسیں، سب و شتم کریں اور ایذا پہنچائیں۔ ان شیطانوں نے آپ کا پیچھا کر کے آپ پر پتھر برسائے حتیٰ کہ

آپ لہولہان ہو گئے اور خون سے آپ کے جوتے رنگین ہو گئے۔ آپ کے جان نثار خادم حضرت زید رض نے اپنی جان پر کھیل کر آنحضور ﷺ کی حفاظت کی اور اُن کے سر میں بھی شدید زخم آئے۔ جب اہلِ طائف سے کسی خیر کی توقع باقی نہ رہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کے ہمراہ مکہ واپس تشریف لے آئے۔ اُس وقت مطعم بن عدی نے آپ کی حمایت اور پشت پناہی کا ذمہ لیا۔

معراج۔

نبوت کے گیارھویں سال میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج سے مشرف فرمایا۔ یہ واقعہ ایک رات میں پیش آیا جبکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مسجد الحرام یعنی بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک اور وہاں سے عالمِ علوی تک لے گیا۔ اسی موقع پر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی۔ اس بارے میں امت کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اپنے روح وجسد سمیت تشریف لے گئے تھے، البتہ مسجد اقصیٰ سے آگے نکل کے مراحل کے بارے اختلاف ہے کہ آیا وہ عالم روحانی میں طے ہوئے یا عالم جسمانی میں۔ امت کی اکثریت کا اسی پر اتفاق ہے کہ اس تجربے میں روح مبارک اور جسد مبارک دونوں بیک وقت شریک تھے۔ البتہ بعض اس کے قائل ہیں کہ معراج فقط روحانی تھا۔ دوسرے خیال کے قائلین میں سے قابل ذکر حضرت عائشہ رض حضرت حسن رض اور امیر معاویہ رض ہیں۔

اشاعت دین۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش پیغام رسالت کی ادائیگی میں مزاحم ہو رہے ہیں تو آپ نے حج اور اس طرح کے دیگر مواقع پر، جہاں مجمع عام ہوتا تھا، اپنی دعوت

اجتماعی خطاب کی صورت میں پیش فرمانے کی سعی کی۔ ایسی تقریبات میں مخاطبین کا ردِ عمل مختلف ہوتا تھا۔ بعض اس دعوت سے اچھا اور خاطر خواہ اثر قبول کرتے تھے اور بعض بُرا جوابی رویّہ اختیار کرتے تھے۔ جن لوگوں نے بدترین روش کا مظاہرہ کیا، ان میں سے ایک قبیلہ بنو حنیفہ ہے، مُسَیْلِمَہ کذّاب اسی قبیلے کا ایک فرد تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے سامنے دعوتِ اسلام کو پیش کیا اُن میں سے ایک قابلِ ذکر گروہ وہ تھا جو مدینہ منورہ کے قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتا تھا، یہ لوگ مدینہ کے یہود کی زبانی ایک نبی کی آمد اور اس کی صفات کے بارے میں اکثر سنتے رہتے تھے۔ انہیں جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مخاطبت کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ نبی ہے جس کی بشارت سابق کتب وانبیائے دی ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے "واللہ! یہی وہ نبی ہے جس کا وعدہ یہود کیا کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس پر ایمان لانے میں ہم سے بازی لے جائیں۔" چنانچہ ان میں سے چھ اصحاب فوراً ایمان لے آئے۔ یہی لوگ تھے جو مدینے میں آغازِ اسلام کا باعث بنے۔ ان میں سے ایک صحابی اسعد بن زرارہ ہیں۔ یہ لوگ اسلام قبول کر کے مدینہ واپس گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کر گئے کہ "ہم انشاء اللہ آئندہ سال حج کے موقعہ پر دوبارہ حاضرِ خدمت ہوں گے۔"

چنانچہ دوسرے سال بارہ اصحاب آئے جن میں سے دس قبیلۂ اوس میں سے تھے، اور دو قبیلہ خزرج میں سے۔ ان بارہ میں پانچ وہ بھی شریک تھے جو پچھلے سال ایمان لائے تھے۔ ان سب نے ایک گھاٹی کے قریب بارگاہ نبوی میں حاضری دی اور وہیں آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، جو بیعت عَقَبہ اُولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ (عربی میں

عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں)۔ بیعت کے وقت جو عہد لیا گیا وہ یہ تھا :

"ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا نہیں کریں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ بہتان تراشی نہیں کریں گے۔ اور معروف (بھلائی) میں احکام نبوی کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ جہاں کہیں بھی اور جس حال میں بھی ہونگے حق بات کہیں گے۔ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرینگے۔"

اس بیعت کے خاتمے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم نے اس عہد کو وفا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے۔" بعد ازاں یہ حضرات مدینے واپس تشریف لے آئے۔ ان کی تبلیغ سے مدینہ میں اسلام کا ایک عام چرچا ہو گیا اور مدینے میں کوئی گھر ایسا باقی نہ رہا، جہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک نہ ہو رہا ہو۔

دوسرے سال (یعنے ۱۳ سن نبوی میں) پھر اہل مدینہ کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا۔ اس میں علاوہ ستر مردوں کے دو خواتین بھی تھیں۔ یہ سب لوگ بھی بیعتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ اس بیعت کو بیعت عقبۂ ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے اور ان میں سے ہر نقیب کو تقریباً دس آدمیوں کے لئے نگراں مقرر کیا اور فرمایا: "تم میں سے ہر ایک اپنی قوم کے بارے میں اسی طرح ذمہ دار ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ذمہ دار تھے۔ اور میں بھی اپنی قوم کے لئے کفیل ہوں۔" پھر یہ سب مسلمان مدینہ لوٹ گئے اور ان حضرات کی تبلیغی کوششوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مدینے میں اسلام کو غالب کر دیا۔

حیاتِ نبوی کا دورِ ثالث

از ہجرت تا وصال

جب مسلمانوں پر مشرکین مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینے کی جانب ہجرت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ مسلمانوں نے چپکے چپکے یکے بعد دیگرے نقل مکانی شروع کر دیا، حتیٰ کہ بہت تھوڑے سے مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے۔ کفار قریش نے جب دیکھا کہ مسلمان اس طرح بچ کر نکلے جا رہے ہیں اور مدینہ میں جمع ہو رہے ہیں تو انہوں نے ایک آخری حربہ استعمال کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے متفقہ طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا فیصلہ کیا اور اس ناپاک سازش کے لئے ہر قبیلے میں سے ایک ایک نوجوان کو چن لیا تاکہ اگر قصاص کا سوال پیدا ہو تو ہر قبیلہ جرم میں شریک نظر آئے اور کوئی ایک قبیلہ دوسرے کے خلاف مدعی نہ بن سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس قاتلانہ سازش کے بارے میں خبردار کر دیا اور آپ کو مدینے کے دارالھجرت کی طرف رحلت کا حکم دے دیا۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی اور دونوں ہجرت کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک ماہر اور قابل اعتماد بدرقہ (راہ نما) کا انتخاب کر کے دو اونٹنیاں اُس کے سپرد کر دی گئیں اور اُسے حکم دے دیا گیا کہ وہ تین دن کے بعد سواری کے ہمراہ غار ثور پر پہنچ جائے۔ ثور مکہ

سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی ہے۔ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ مکے سے نکلے ہیں، یہ وہی رات ہے جس میں مشرکین نے حملے کا منصوبہ بنایا تھا۔ مشرکین حملہ کیا ہی چاہتے تھے مگر اللہ نے اُن پر نیند کو مسلّط کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیقِ سفر سمیت مکہ چھوڑ کر نکل گئے۔ ان اہل مکہ کی بہت سی امانتیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتی تھیں۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو اپنے گھر پر چھوڑ کر ان کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ ان امانتوں کو واپس کر دیں۔

یہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل اُن لوگوں کے بارے میں جو آپ کے اور آپ کا ساتھ دینے والوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت ہجرت فرمائی ہے۔ اُس وقت آپ کا سنّ مبارک ترپّن ۵۳ برس کا تھا۔

مشرکین کو جب اپنی چال کی ناکامی کا علم ہوا تو بہت سٹ پٹائے۔ ہر طرف آدمی دوڑائے گئے اور اعلان کیا گیا کہ جو شخص بھی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا یا اُن کا پتہ لائے گا، سواونٹنیاں بطورِ انعام پائے گا۔ اس لالچ میں بہت سے لوگ تلاش میں نکلے، یہاں تک کہ اُن میں سے کچھ لوگ عین غارِ ثور کے دھانے تک پہنچ گئے، لیکن اللہ نے انہیں اس میں داخل ہونے کی توفیق نہ دی۔

یہاں یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی معیت میں جب غار کی طرف پیش قدمی فرما رہے تھے تو آپ کے پائے مبارک پاپوش سے خالی تھے۔ اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے آنحضور کو اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا سبحان اللہ! کیا عجیب منظرِ رفاقت ہوگا؟ جب دونوں غار کے پاس پہنچے اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا "اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث کیا ہے، میں آپ سے پہلے داخل ہوں گا۔" سفر ہجرت رات کو ہوتا تھا اور یہ بھی رات کا وقت تھا۔ حضرت ابوبکر رضؓ غار میں داخل ہو گئے اور رات کی اور غار کی دوہری تاریکی میں چاروں طرف سطح غار کو ہاتھوں سے ٹٹولنے اور چھونے لگے، مبادا کہ اس میں کوئی ایسی شے ہو جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ایذا ہو۔ جب آپ کو غار میں کسی ایسی چیز کا وجود محسوس نہ ہوا تو آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے قدم رنجہ فرمانے کی درخواست کی۔ جب آنحضرتؐ پر نیند طاری ہونے لگی تو حضرت ابوبکر رضؓ نے آپ کے راسِ مبارک کو اپنی آغوش میں لے لیا اور چوکنے ہو کر بیٹھ گئے۔ اس اثنا میں حضرت ابوبکر رضؓ کو ایک جگہ ایک سوراخ سا محسوس ہوا۔ آپ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ کہیں اس میں کوئی موذی جانور نہ ہو۔ اس سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر دیا۔ اس سوراخ میں کوئی بچھو یا زہریلا جانور تھا، جس نے آپ کو کاٹ کھایا مگر آپ نے ذرہ برابر حرکت نہیں کی۔ البتہ شدتِ درد کے مارے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گر پڑے۔ آنحضورؐ نے بیدار ہو کر فرمایا: "آپ کو کیا تکلیف ہے؟" حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا "مجھے کسی جانور نے ڈس لیا ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ مبارک زخم پر لگا دیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ نے درد کو رفع کر دیا۔

تین دن کے بعد رہبر حسب وعدہ اونٹنیوں سمیت غار پر آپہنچا، اس کے بعد مدینے کی جانب روانگی ہوئی اور پیر کے روز آنحضورؐ قُبا کے مقام پر پہنچ گئے۔ یہ ایک مقام ہے جو مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں

وہ مسجد تعمیر کی گئی جسے قرآن نے مسجد التقویٰ کا نام دیا ہے۔ یہاں ایک مسجد منافقین نے بھی بنائی تھی، جسے قرآن میں مسجد ضرار کہا گیا اور جس کے انہدام کا حکم دیا گیا۔ جس روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری یہاں ہوئی ہے، اُس روز ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ تھی۔ اس وقت تک بعثت نبوی پر تیرہ[۱۳] برس گزر چکے تھے۔ تاریخ اسلام میں یہ ایک یادگار دن ہے۔ اسی سے سن ہجری کا آغاز ہوا ہے۔ مکے کی سرزمین کو کفّار نے مسلمانوں کے لئے تنگ کر دیا تھا اور وہ علانیہ عبادت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے عوض میں مدینے کی فضا کو اللہ نے مسلمانوں کے لئے کشادہ کر دیا، اور یہاں سے ظہور اسلام کے ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔

اس ہجرت کے ذریعے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی ایک اہم سنت کو پورا کیا۔ ابراہیم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہم السلام تک ہر رسول کے ساتھ یہ ماجرا پیش آیا ہے کہ انہوں نے عنفوان شباب کا زمانہ اپنے مولد میں گزارا ہے اور اس کے بعد اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر ہجرت کی راہ اختیار کی ہے۔ مسجد قُبا میں، جس کی بنیاد قرآن کے الفاظ میں تقویٰ پر رکھی گئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرینِ قریش اور انصارِ مدینہ کو ایک صف میں کھڑا کیا اور اُن کے ساتھ نماز باجماعت قائم کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں تئیس[۲۳] روز قیام فرمایا اور اس کے بعد مدینے کا قصد کیا۔ رستے میں جمعہ کے روز نماز جمعہ کا وقت آگیا۔ آپ کے ہمراہ قریب ایک سَو مسلمان تھے۔ آپ نے اُن کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی اور یہ پہلی نماز ہے جمعہ کی جو اسلام میں ادا کی گئی۔ بعدازیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر مدینہ روانہ ہوئے۔ انصارِ صحابہ اپنے گلوں میں تلواریں حمائل کئے اور چار سَو احاطہ کیے آنحضور کے جلو میں چل

رہے تھے۔ اس گھڑی اہل مدینہ کی خوشیوں اور شادمانیوں کے کیا کہنے! ایسا دکھائی دیتا تھا جیسے کہ سارا شہر استقبال کے لئے اُمڈ آیا ہو۔ مردوں کے علاوہ عورتیں، بچیاں لڑکے، بالے سب کے سب نکل دوڑے۔ اکثر کی زبانوں پر یہ گیت تھا:

اشرق البدر علینا	چودھویں کا چاند ہم پر روشن ہوا
من ثنیات الوداع	ثنیات الوداع[۱] سے۔
وجب الشکر علینا	ہم پر شکر واجب ہے
مادعا للہ داع	جبتک کوئی پکارنے والا خدا کیلئے پکارے۔
ایّھا المبعوث فینا	اے ہم میں مبعوث ہونے والے!
جئت بالامر المطاع	تو ایک واجب الاطاعت امر لے کر آیا۔

جب سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ قرار حاصل ہوا تو آپ نے اپنے اہل وعیال کو طلب فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن ابی بکر اپنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو لے کر مدینہ آ گئے۔ بقیہ مسلمان بھی رفتہ رفتہ مکے سے مدینے منتقل ہوتے گئے۔ ان میں سے بعض کمزور اور بے سہارا مسلمانوں کو مشرکین نے ہجرت سے روک لیا اور انہیں قید کر کے اذیتیں بھی پہنچائیں۔

---

[۱] یہ مدینے سے قریب کی پہاڑیوں کا نام ہے۔ لوگ اپنے عزیزوں اور مہمانوں کو وداع کہنے کے لئے یہاں تک آیا کرتے تھے، اس لئے ان کا نام "ثنیات الوداع" پڑ گیا تھا۔

عہدِ مدنی کے سن وار حالات

ہجرت کا پہلا سال

بنائے مسجدِ نبوی۔

اسی سالِ اول میں مسجدِ نبوی تعمیر ہوئی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس اس مسجد کے لئے ایک عامل اور معمار کی حیثیت سے کام کیا تاکہ مسلمانوں میں اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرنے کا شوق پیدا ہو۔

مشروعیتِ اذان۔

اسی سال نماز کا وقت بتانے اور مسلمانوں کو اس کی طرف بلانے کیلئے اذان کا موجودہ طریقہ مقرر کیا گیا۔

عداوت یہود۔

مدینے میں یہود کی بھی آبادی تھی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اسلام کے قدم مدینے میں جم رہے ہیں تو حسد و عداوات کی آگ اُن کے سینوں میں بھڑک اٹھی۔ ان کا حال یہ تھا کہ پہلے جب اُن کی مشرکین سے آویزش ہوتی تھی تو ایک "آنے والے نبی" کا نام لے لے کر فتح و نصرت کی تمنائیں پالتے رہتے تھے، لیکن جب نبی آگیا تو مذہبی پیشوائی نے انہیں اندھا بہرا بنا دیا اور اس نبی پر ایمان لانا اُن کے لئے دشوار ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ اور اس شغلِ ناپاک میں

انہیں مدینے کے منافقین کی بھی تائید حاصل تھی۔ ان منافقین کا لیڈر عبداللہ بن اُبی سلول تھا جو قبیلۂ خزرج کا ایک با اثر فرد تھا۔ ان حالات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ ایک معاہدہ کرنا ضروری سمجھا جس کا مدعا یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی ایذا رسانی سے باز آئیں، اور مسلمان اُن سے لڑائی نہ کریں۔

مشروعیت قتال۔

یہ ظاہر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت تک ایسی قوتِ قاہرہ موجود نہ تھی، جس کے سامنے مخالفین کی گردنیں جُھک سکتیں اور وہ دین قبول کر لیتے۔ بلکہ اشاعت اسلام کا کلی انحصار دعوت و تبلیغ پر تھا۔ پس معاندین میں سے جس کا جی چاہتا تھا وہ آپ کا ہر طرح سے مقابلہ کرتا تھا اور جس طرح چاہتا تھا آپ کو ایذا پہنچاتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ان سب مظالم و شدائد کو صبر کے ساتھ سہتے رہے، حتیٰ کہ اللہ نے ہجرت کا راستہ کھولا اور مسلمانوں کو قوت عطا فرمائی۔ اس کے بعد پہلے پہل اللہ نے اس کی اجازت دی کہ قریش میں سے جو ظلم و زیادتی کرے اُس کا بدلہ لیا جائے اور اس میں طاقت استعمال کی جائے۔ لیکن جب دوسرے قبائل عرب نے بھی قریش کا ساتھ دینا شروع کیا اور مسلمانوں سے کھلّم کھلا عداوت کا اعلان کیا (جیسا کہ یہود کی طرف سے مظاہرہ ہوا) تو مسلمانوں کو عام قتال اور جہاد بالسیف کا حکم دیا گیا۔

آغازِ جہاد۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اذن قتال ہوا تو سب سے پہلے آپ نے اپنے عمّ مکرّم حضرت حمزہؓ کی کمان میں ایک سریہ بھیجا جس کا مقصد مشرکین کے ایک قافلے سے

طاقت آزمائی کرنا تھا جو شام سے آرہا تھا۔ اس قافلے میں تین سو آدمی ابوجہل کی سرداری میں تھے اور اس کے ساتھ کئی اونٹ تھے جن پر سامانِ خورد ونوش اور دیگر مال و متاع لدا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ یہ سامان چھین لیا جائے اور یہ فاقہ مست مسلمانوں کے کام آئے۔ اس سریے میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ اسی طرح کا ایک سریہ عُبَیدہ بن حارث بن عبدالمُطّلِب کی سرکردگی میں بھی بھیجا گیا۔ اس میں تیراندازی ہوئی اور معمولی زدوخورد کے بعد مشرکین بھاگ نکلے۔

ہجرت کا دوسرا سال

غزوۂ وَدّان۔

مدنی عہد کے دوسرے سال غزوۂ وَدّان پیش آیا۔ وَدّان مکے اور مدینے کے مابین ایک مقام ہے۔ اس غزوے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساٹھ صحابہ کے ساتھ قریش کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب میں نکلے مگر لڑنے کی نوبت نہ آئی، کیونکہ قافلہ پہلے نکل گیا۔

غزوۂ بُواط

اسی سال غزوۂ بواط بھی پیش آیا۔ بواط ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اس میں دو صد مہاجرین صحابہ شریک تھے۔ لڑائی کی نوبت اس غزوے میں بھی نہیں آئی۔

غزوۂ عشرہ۔

اس غزوے میں مہاجرین میں سے دو سَو پانچ ۲۰۵ صحابہ کرام شامل تھے۔ ابوسفیان کی قیادت میں قریش کا ایک بڑا تجارتی قافلہ شام کو جا رہا تھا۔ اسی قافلے کا پیچھا کرنے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نکلے تھے مگر اس مرتبہ بھی قافلے کے نکل جانے کی وجہ سے کوئی لڑائی بھڑائی نہیں ہوئی۔

غزوۂ بدر الأولیٰ۔

اس غزوے کا دوسرا نام غزوۂ سَفَوان بھی ہے۔ بدر مکے اور مدینے کے درمیان ایک چشمہ تھا اور سفوان اسی کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔ اس غزوے کا باعث

یہ امر تھا کہ کُرزبن جابر فہری مدینے والوں کا ایک گلہ لوٹ لیا تھا۔ کُرز کے بھاگ جانے کی وجہ سے مٹھ بھیڑ نہیں ہوئی۔

اولین مال غنیمت۔

اسی سال عبداللہ بن جحش کو ایک سریے کا سردار بنا کر شام سے آنے والے ایک قافلۂ قریش کے مقابلے میں بھیجا گیا۔ اہلِ سریہ نے قافلے والوں کو جالیا اور مال غنیمت حاصل کر کے واپس ہوئے۔ یہ پہلا مال غنیمت ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

تحویلِ قبلہ۔

مدینے میں سولہ ماہ تک مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے اس کے بعد ۲ھ میں انہیں کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

صوم رمضان۔

اسی سال ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔ اس سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرتے تھے۔ روزوں کی حکمت بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے۔ روزے کے فوائد میں سے اگر صرف اس پہلو کو سامنے رکھ لیا جائے کہ اس سے روزے دار بھوک پیاس سے آشنا ہو کر اپنے نفس کو زیر کرتا ہے، اپنے اخلاق کو سنوارتا ہے اور فقراء و مساکین کے حال سے واقف ہو کر اُن کی اعانت پر آمادہ ہوتا ہے، تو یہی ایک پہلو کفایت کرتا ہے۔

صدقۂ فطر۔

شارع[1] نے روزوں کے ساتھ ہم پر صدقۂ فطر بھی واجب کیا اور فطرے کو مستحقین

---

[1] شارع سے مراد وہ ذات ہے جس نے ہمارے لئے احکام شریعت کا راستہ متعین کیا۔ اس کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے اور اللہ کے رسول پر بھی۔

تک پہنچانا قبولیتِ صوم کے لئے شرط قرار دیا۔ روزے اور صدقے کا فائدہ درحقیقت ہماری ہی طرف لوٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری عبادات کا محتاج نہیں ہے، اُس نے تو ہماری منفعت ہی کی خاطر ہم پر عبادت فرض کی ہے، وَاللّٰہُ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ۔ جو شخص یہ کہتا ہے یا سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام دے کر لوگوں کو تنگی اور دشواری میں ڈالا ہے وہ شخص جاہل، احمق اور جادۂ حق سے منحرف ہے۔ ہر عبادت میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ہے، کوئی اسے جانے یا نہ جانے۔

زکوٰۃ۔

اسی دوسرے سال اللہ تعالیٰ نے اغنیاء پر زکوٰۃ فرض کی۔ امت مسلمین سے فقر و فاقہ کی بلا کو دور رکھنے کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے، فقراء مساکین، عاجزین اور یتامیٰ زکوٰۃ کے ذریعے اپنے خوشحال بھائیوں کو ضرر پہنچائے بغیر اُن سے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں اور اپنی تکالیف کو رفع کر سکتے ہیں۔ زکوٰۃ دینے والوں کے لئے بھی اس میں بے شمار منافع ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس سے بُخل اور تنگ دلی دور ہوتی ہے اور فیاضی، وسیع القلبی اور ایثار کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ اگر زکوٰۃ کا نظام قائم رہے تو امت کے محتاج لوگوں میں وہ طبقہ وارانہ منافرت پیدا نہیں ہوتی جو تمدن و معاشرت کی بنیادیں مسمار کر کے اور امن و راحت کو غارت کر کے اشتراکیت کے لئے راستہ ہموار کرتی ہے۔

زکوٰۃ کی شرح اور اس کے قواعد و ضوابط عین عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ غنی پر یہ لازم نہیں کیا گیا کہ وہ اپنا سب کچھ لٹا دے یا اپنی ہر چیز میں فقیر و مسکین کو شریک کرے۔ اُسے اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ پوری خوشدلی اور نفس کی

آمادگی کے ساتھ اپنے اموال کا ایک متعین حصّہ ہر سال خدا کی راہ میں دے۔ بہت سے نام نہاد مسلمان ایسے ہیں جو اس فریضے کی اہمیت سے غافل اور عملاً اس کے منکر ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو زکوٰۃ سے بچنے کے لئے شیطانی حیلے گھڑ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح زکوٰۃ کی فرضیت اُن پر سے ساقط ہوگئی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

غزوۂ بدرالکبریٰ۔

۲ سنہ میں اسلام اور کفر کے مابین وہ عظیم الشان معرکہ بھی پیش آیا جسے غزوۂ بدر (ثانیہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس غزوے کی نیت سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے ہیں تو تین سو تیرہ (۳۱۳) مجاہدین مسلمین آپ کے ہم رکاب تھے۔ ان میں سے دو سو چالیس (۲۴۰) انصار تھے اور باقی مہاجرین تھے۔ اس سے قبل کسی موقع پر انصار کو خروج کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس مرتبہ پیش نظر یہ معلوم ہوتا تھا کہ غزوۃ العُشَیرہ کے وقت جو قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام کی طرف سبقت کر گیا تھا اور جس سے مقابلے کی نوبت نہ آنے پائی تھی۔ اس کا راستہ روک کر اس سے لڑا جائے۔

مکہ میں کفار قریش کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے بھی وسیع پیمانے پر جنگی تیاریاں کیں اور ایک ہزار کا لشکر تیار کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حالات معلوم ہو گئے۔ اور آپ نے قلّتِ تعداد اور قلّتِ اسباب کے باوجود معرکہ آرائی کا فیصلہ فرمایا۔ دونوں فوجیں بدر کے مقام پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے خیمہ زن ہوئیں، تاریخ کا یہ دن بڑی ہیبت اور دہشت کا دن تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُس روز گڑگڑا گڑگڑا کر اللہ سے فتح کی دعائیں مانگ رہے تھے ... لڑائی شروع ہوئی تو

اللہ نے مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے سے مدد کی جو مسلمانوں کے ساتھ ہو کر لڑ رہے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کا نزول مسلمانوں کی ہمت بندھانے کے لئے تو اکثر ہوتا رہا ہے، لیکن فرشتوں نے قتال میں حصہ صرف جنگ بدر میں لیا ہے۔ کچھ دیر تک تو کفار نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا، لیکن اس کے بعد مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوتا گیا، حتیٰ کہ آخر کار قریش کو شکست فاش ہوئی اور وہ اپنے ستر مقتول اور ستر ہی اسیر میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ بہت سا مال غنیمت بھی مسلمانوں کے حصے میں آیا۔

قرآن مجید میں یوم بدر کو یوم الفرقان کہا گیا ہے۔ خود قرآن کا بھی دوسرا نام فرقان ہے، ہر وہ شے جو حق اور باطل کے درمیان واضح خطِ امتیاز کھینچ دے فرقان کہلاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نزول قرآن کے بعد یہ دوسرا عظیم الشان واقعہ تھا، جس سے اسلام کی عزت و عظمت کا عملی مظاہرہ سب کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ مشرکین کے بڑے بڑے سردار مثلاً ابو جہل بن ہشام، حنظلہ بن ابی سفیان وغیرہ مارے گئے مسلمانوں میں سے صرف بارہ چودہ صحابہ شہید ہوئے۔ جنگ کے بعد مجاہدین خوشی خوشی مدینے واپس ہوئے۔ یہ فتح اتنی عظیم الشان تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قرآن میں بطور خاص ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔	اللہ نے تمہاری بدر میں مدد فرمائی جب کہ تم بے زور و ناتواں تھے۔

کفار قریش نے اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر انہیں چھڑایا۔ ایک ایک قیدی کے عوض میں ایک ہزار درہم سے لے کر چار ہزار درہم تک فدیہ ادا کیا گیا۔ جس کے

پاس فدیہ نہ تھا مگر وہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا، اس کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔

غزوۂ قرقرۃ الکدر۔

اسی سال قرقرۃ الکدر کا غزوہ پیش آیا۔ اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم بنی سُلیم سے لڑنے کے لئے نکلے، لیکن ان لوگوں کے مقابلے پر نہ آنے کی وجہ سے لڑائی نہیں ہوئی اور پندرہ روز کے بعد واپسی ہوئی۔

غزوۂ قینقاع۔

قینقاع یہودِ مدینہ کا ایک قبیلہ تھا جو ایک گڑھی میں آباد تھا۔ ان لوگوں سے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، عدم جارحیت کا ایک معاہدہ ہوا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے نہ صرف خفیہ بلکہ علانیہ طور پر معاندانہ اور غیر مصالحانہ رویہ اختیار کیا۔ جب رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے رؤسا کو تنبیہ کی تو انہوں نے بد کلامی اور بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ جب ان لوگوں نے اپنے آپ کو عاجز اور بے بس محسوس کیا تو انہوں نے اس شرط پر صلح کی پیش کش کی کہ ان کو عورتوں بچوں سمیت نکل جانے دیا جائے اور ان کے اموال ضبط کر لئے جائیں۔ ان شرائط کو قبول کر کے انہیں مدینہ بدر کر دیا گیا۔ ان کے قلعے سے علاوہ دیگر سازو سامان کے اسلحہ کی بہت بڑی تعداد مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

غزوۂ سَویق۔

اِس غزوے کا مقصد ابوسفیان کا مقابلہ کرنا تھا۔ ابوسفیان دو سو سواروں کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کی خاطر نکلا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی اتنی ہی جمعیت کے

ساتھ نکلے مگر لڑائی نہ ہوئی، کیونکہ مشرکین لڑنے سے پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے پاس بہت سے ستو تھے۔ جنہیں وہ بوجھ ہلکا کرنے کے لئے راستے میں پھینکتے گئے۔ جو کو عربی میں سویق کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس غزوے کا نام غزوۃ السویق پڑ گیا۔

نمازِ عید۔

اسی سال نمازِ عید فرض ہوئی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحےٰ دو دو رکعت ادا فرماتے تھے۔ اور نماز کے بعد خطبہ کے ذریعے وعظ و نصیحت کا فریضہ سر انجام دیتے تھے اور مسلمانوں کو اتحاد و مساوات کی تلقین فرماتے تھے۔ اس کے بعد سب لوگ باہم مصافحہ کرتے تھے اور گھروں میں جا کر صدقہ ادا کرتے تھے۔

عید الفطر کا صدقہ فطرہ ہے، اور عید الاضحیٰ کا صدقہ قربانی ہے۔ دونوں زکوٰۃ کی طرح صاحبِ استطاعت مسلمان پر واجب ہیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا عقدِ نکاح۔

اسی سال حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر اکیس ۲۱ برس اور حضرت فاطمہ کی عمر پندرہ ۱۵ برس تھی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذرّیت حضرت فاطمہؓ ہی کے بطن سے باقی رہی اور پھیلی ہے۔

ہجرت کا تیسرا سال

غزوۂ غطفان۔

ہجرت کے تیسرے سال کا پہلا اہم واقعہ غزوۂ غطفان ہے۔ قبیلۂ بنو غطفان کے دو گروہوں (بنو ثعلبہ اور بنو محارب) نے دُعثور بن حارث کی قیادت میں مدینے پر حملہ کے لئے پیش قدمی کی۔ ان کے ساتھ چار سو پچاس سوار تھے۔ لیکن جونہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو لے کر خروج فرمایا یہ لوگ بھاگ نکلے۔

اس غزوے کے سفر میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر سکھانے کے لئے بچھا دی اور خود ایک درخت کے نیچے استراحت فرما ہوگئے۔ دعثور کسی طرح اچانک آپ تک پہنچ گیا۔ اور تلوار سونت کر کہنے لگا "اے محمد، مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پورے اطمینان سے جواب دیا۔ "اللہ تعالیٰ"۔ دعثور پر ہیبت طاری ہوگئی۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھالی اور فرمایا: "تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے"؟ دعثور کہنے لگا "کوئی نہیں بچا سکتا"۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر فرمایا اور دعثور اور اُس کے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب اسلام لے آئے۔

غزوۂ بحُران۔

بنی سُلیم کے بارے میں دوبارہ معلوم ہوا کہ وہ مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین سو مجاہدین کے ہمراہ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے،

لیکن یہ لوگ آنحضورؐ کی آمد کی خبر سن کر تتر بتر ہو گئے۔

غزوۂ اُحد۔

غزوۂ احد بھی تیسرے سال پیش آیا۔ قریش مکہ کو ۲ سنہ ھ میں بدر میں جو زک اُٹھانی پڑی۔ اُس کے بعد وہ آرام سے نہیں بیٹھے۔ چنانچہ دوسرے ہی سال انہوں نے اپنے مقتولین کا انتقام لینے کے لئے ایک بڑا لشکر جمع کیا۔ اس میں تین ہزار کفار تو صرف پیادہ تھے۔ سوار بمعہ ساز و سامان اس کے علاوہ تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس نے اپنے ایک خط کے ذریعے آنحضورؐ کو ان جنگی تیاریوں کی خبر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی نیت سے ایک ہزار کی فوج لے کر مدینے روانہ ہوئے۔ ان میں عبداللہ ابن ابیؔ اور اس کے تین سو منافق ساتھی بھی شامل تھے۔ یہ سب راستے میں سے لوٹ آئے۔

احد کے قریب جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوئے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہؓ بن جبیر کی کمان میں ایک درے کی حفاظت پر متعین کر دیا اور فرمایا کہ ہم "کو خواہ فتح ہو خواہ شکست تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا"۔ شروع میں مسلمان فتح یاب ہوئے اور قریش کے قدم اُکھڑ گئے، جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ فتح ہو گئی تو انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ مگر عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے چند ساتھی اپنے مقام پر جمے رہے خالد بن ولید اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مشرکین کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے جب مسلمانوں کے عقب کی پہاڑی کو تیر اندازوں سے خالی دیکھا تو سواروں کو جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ عکرمہ بن ابی جہل بھی ابھی تک

اسلام نہیں لائے تھے، اور کفار کی فوج میں شامل تھے۔ وہ بھی خالد کی تائید کے لئے پلٹ کر آ گئے۔ ان لوگوں نے پہلے حضرت عبداللہ اور اُن کے رفقاء کو شہید کیا اور پھر مسلمانوں پر یک بارگی ٹوٹ پڑے۔ مسلمان جو غفلت میں مال غنیمت سمیٹ رہے تھے وہ اس اچانک حملے سے دہشت زدہ ہو گئے۔ ان کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی، اور اُن میں سے بہت سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ کی ایک جماعت آپ کے ساتھ میدان میں ڈٹی رہی۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اس موقع پر شدید ضربیں آئیں، جنہیں آپ نے صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا۔ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا، دانت شہید ہوئے اور رخسار مبارک پر بھی چوٹیں آئیں۔ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، لیکن حضرت حارث بن صمۃؓ نے اُس پر وار کر کے اُسے جہنم واصل کر دیا۔ پھر اُبیّ بن خلف نے آپ پر حملہ کیا۔ آپؐ نے ایک برچھے سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ سوائے اس ایک شقی کے آنحضورؐ کے ہاتھوں کوئی شخص کبھی قتل نہیں ہوا، جو صحابہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد گھیرا ڈالے آپ کی حفاظت کر رہے تھے وہ بھی سخت زخمی ہوئے۔ مسلمانوں میں سے ستر سے کچھ اوپر شہید ہوئے۔ ان میں سے ۶ چھ مہاجرین تھے اور بقیہ سب انصار تھے۔ مشرکین کے تئیس ۲۳ آدمی قتل ہوئے۔

کفّار نے مسلمان شہداء کی لاشوں کا بہت بُری طرح مثلہ کیا۔ جام شہادت نوش کرنے والوں میں سے ایک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جُبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے پیچھے سے حضرت حمزہؓ پر حملہ کر کے انہیں شہید کیا۔

حضرت حمزہ رضؓ نے جنگ بدر میں جُبیر کے چچا طُعیمہ کو قتل کیا تھا۔ اسی قتل کا بدلہ لینے کے لئے جُبیر نے اپنے غلام سے حملہ کرایا۔

اُحد کی شکست میں مسلمانوں کے لئے عبرت کے دو بہت بڑے سبق ہیں۔ ایک یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر کے ہم کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔ دوسرے یہ کہ ہم جب بھی دنیا کو دین پر ترجیح دیں گے، نقصان اٹھائیں گے۔

غزوۂ حمراء الاسد۔

یہ غزوہ دراصل غزوۂ احد ہی کا ضمیمہ ہے۔ جنگ احد کے بعد اس امر کا خطرہ تھا کہ کہیں مشرکین آگے بڑھ کر مدینے ہی پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اس خطرے کا سدّباب کرنے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم اُحد کی دوسری ہی صبح کو قریش کے تعاقب کے لئے تیار ہو گئے۔ اس موقع پر آنحضورؐ نے صرف ان لوگوں کو اپنے ساتھ جانے کی اجازت دی جو اُحد میں آپ کے ساتھ تھے۔ مشرکین قریش نے جب سنا کہ مسلمان دوبارہ ان سے لڑنے آ رہے ہیں تو انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور مکے جا کر دم لیا، اس لئے جنگ نہیں ہوئی۔

دیگر واقعات۔

اسی سال حضرت رقیہؓ بنت الرسول صلے اللہ علیہ وسلم (جو حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں تھیں) کا انتقال ہوا اور آنحضورؐ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضؓ سے کر دیا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو "ذوالنورین" کا لقب دیا جاتا ہے۔ اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضؓ اور زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح کیا۔ حضرت حسنؓ کی ولادت بھی اسی سال ہوئی۔

تحریم خمر۔

اسی سال اللہ تعالیٰ نے شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا۔ شروع میں شراب کی حرمت کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ اسے تدریجاً حرام کیا گیا۔ آغاز میں صرف نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی۔ بعد میں یہ آیت نازل ہوئی :۔

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ۔

(شراب اور جوا اور بتوں کے استھان اور پانسے تو شیطانی عمل کی نجاست ہیں، پس ان سے بچو۔)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کرام ایسے بھی ہیں جنہوں نے عمر بھر شراب کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔

ہجرت کا چوتھا سال

غزوۂ بنی نضیر۔

بنو نضیر مدینے کے یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کا ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کرام کے ہمراہ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان بدبختوں نے آنحضرتؐ کو شہید کرنے کا خفیہ منصوبہ بنایا۔ اللہ نے اپنے نبی کو باخبر کر دیا اور بمعہ صحابہ وہاں سے نکل آئے۔ آپ نے اس کے بعد ان لوگوں کو جلا وطن ہونے کا الٹی میٹم دیا۔ پہلے یہ لوگ مان گئے، لیکن بعد میں اکڑ بیٹھے۔ آخر کار ان کا محاصرہ کیا گیا، حتیٰ کہ یہ لوگ جلا وطنی پر مجبور ہو گئے۔ آلاتِ جنگ تو ان سے لے لیے گئے۔ اس کے علاوہ جو کچھ سامان وہ اٹھا کر یا لد وا کر لیجا سکے، لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ ان کی جانوں سے بھی تعرض نہیں کیا گیا۔

غزوۂ ذات الرّقاع۔

اس سال ذات الرقاع کا غزوہ بھی پیش آیا۔ رقعہ کے معنی عربی میں ٹکڑے کے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس سفر میں اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ رکھے تھے یا پھر ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ ان کے جھنڈوں میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اس جنگ میں سات سو مجاہدین نے شرکت کی۔ اہلِ نجد میں سے بنو مُحارب بنو ثعلبہ اور بنو غطفان کے قبائل مسلمانوں سے لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ انہی

لوگوں کی خبر لینے کیلئے یہ غزوہ ترتیب دیا گیا۔ کفار اپنی عورتوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گئے، دوبارہ جمع ہوئے، لیکن پھر بھی لڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔

صلوٰۃ خوف اور تیمم۔

اسی غزوے میں نماز خوف اور تیمم کے احکام نازل ہوئے۔

غزوۂ بدر الآخرہ۔

جنگ اُحد کے موقع پر ابوسفیان (قائدِ لشکرِ مشرکین) نے مسلمانوں کو چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر کے مقام پر مقابلہ ہوگا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں ڈیڑھ ہزار ۱۵۰۰ صحابہ کو لے کر بدر پہنچ گئے مگر وہاں مشرکین کا نام ونشان نہ تھا۔ ابوسفیان نے مدینے میں ایک اپنا جاسوس بھیجا تھا تاکہ وہ مسلمان کو ڈرائے اور بتائے کہ ان کے لڑنے کے لئے فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔ ابوسفیان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمان ہمت ہار دیں اور جنگ کے لئے نہ نکلیں، تاکہ وعدہ خلافی اور بُزدلی کا الزام مشرکین کے خلاف عائد ہونے کے بجائے مسلمانوں پر عائد ہو۔ لیکن اس پراپیگنڈے سے مسلمانوں کے ایمان اور استقلال میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔

دیگر واقعات۔

اس سال نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ زینب بنت خزیمہ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ اسی سال حسین ابن علی رضی اللہ عنہما تولد ہوئے۔ اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سَلَمہ (ہند) سے نکاح کیا۔ اسی سال آنحضور ﷺ نے حضرت زید ابن ثابت کو حکم دیا کہ وہ یہود کی زبان (عبرانی) سیکھیں تاکہ وہ یہود سے مراسلت کر سکیں اور ان کی تحریروں کو پڑھ سکیں۔

ہجرت کا پانچواں سال

غزوۂ دُومتہ الجندل

دومتہ الجندل ملک شام (موجودہ) میں دمشق سے کچھ فاصلے پر ایک مقام ہے، یہاں کچھ بدوی عرب ایسے جمع ہو گئے تھے جو کہ ہر آنے جانے والے پر حملہ آور ہوتے تھے، اور لوٹ مار اُن کا عام پیشہ تھا۔ اُن لوگوں نے مدینے پر چڑھائی کا بھی ارادہ کر لیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ پیش بندی کے طور پر ایک ہزار مجاہدین کی معیت میں دومتہ الجندل کی جانب روانہ ہوئے۔ جب آپ اس مقام کے قریب پہنچے تو وہ خانہ بدوش قبائل اپنے مال مویشی کو چھوڑ کر فرار ہو گئے مسلمان مال غنیمت لے کر سلامتی کے ساتھ واپس ہوئے۔

غزوۂ بنی مصطلِق

اس غزوے کا دوسرا نام غزوۂ مُریسیع ہے۔ بنو مصطلق قبیلہ بنو خُزاعہ کی ایک شاخ تھی جو مُریسیع کے چشمے کے قریب آباد تھی۔ ان لوگوں نے جنگ احد میں قریش کی مدد کی تھی اور بہت سے جیوش کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کیا تھا۔ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کی گوشمالی کے لئے نکلے تو آس پاس کے قبیلے جنہیں بنو مصطلق نے جمع کر رکھا تھا، تتر بتر ہو گئے اور صرف بنو مصطلق مقابلے کے لئے رہ گئے۔ مُریسیع کے قریب دونوں فریق ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوئے۔ کچھ دیر تک تو تیر اندازی ہوتی رہی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے یک بارگی ہلہ بول دیا۔ بنو مصطلق کو

ہزیمت ہوئی۔ ان کے دس آدمی قتل ہوئے اور بہت سے مرد عورتیں اسیر ہوئیں مسلمانوں میں سے صرف ایک شہید ہوئے۔

بنو مصطلق کی خواتین، جو گرفتار ہو کر آئیں، ان میں ایک سردار قوم کی بیٹی برہ بنت حارث بھی تھیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کا نام جُوَیرِیَہ تجویز فرمایا۔ بنو مصطلق کے دو سو قیدی اسیر ہو کر آئے تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح کے بعد مسلمانوں نے سوچا کہ بنو مصطلق سے تو اب آنحضرتؐ کا سسرالی رشتہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اس قبیلے کے تمام لوگوں کو آزاد کر دیا گیا۔

رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح حُسنِ اخلاق اور حُسن تدبّر کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے ایک نبی کے سوا کوئی دوسرا اسے سر انجام نہیں دے سکتا۔ یہ احسانِ نبوی بنو مصطلق کے نہ صرف اسلام لانے کا سبب بنا بلکہ وہ سب کے سب مسلمانوں کے مددگار بن گئے۔

غزوۂ خندق

غزوۂ خندق کا دوسرا نام غزوۂ احزاب بھی ہے۔ مشرکین مکہ بنو نضیر سے گٹھ جوڑ کر کے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی ایک آخری کوشش کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں قبائل عرب کو جمع کیا، اور مدینے کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ کفار کے اس لشکر کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی، اور اس کی قیادت ابوسفیان کے سپرد تھی۔

مسلمانوں نے مدینہ ہی میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت سلمانؓ فارسی نے مدینے کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا، کیونکہ ان کی قوم میں اس کا رواج تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مشورے کو قبول فرمایا اور خود اپنے دست مبارک سے خندق کھودنے میں مدد دی۔ مشرکین و یہود نے آ کر مدینے کا محاصرہ کر لیا، اور ادھر

ممکن طریق سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی کوشش کی۔ پندرہ روز تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ ان ایام میں بنو قریظہ کے یہود نے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے علانیہ عداوت کا اظہار کیا، اور منافقینِ مدینہ کے سینوں میں بھی بغض و عناد کا جو غبار چھپا ہوا تھا وہ منہ کے راستے سے ظاہر ہونے لگا۔

یہ وقت انتہائی شدید خطرات کا تھا۔ چاروں طرف خوف اور ہول طاری تھا۔ بہت سے مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور مارے دہشت کے کلیجے منہ کو آرہے تھے۔ دل طرح طرح کے وساوس کا شکار ہو رہے تھے۔ دشمنوں نے باہر سے اور گھر سے دونوں طرف سے نرغہ کر رکھا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر پانسو[۵] آدمیوں کو خواتین اور بچوں کی حفاظت کے لئے متعین فرمایا، کیونکہ اس امر کا قوی خدشہ تھا کہ کہیں یہودی اور منافق مل کر شہر کے اندر بھی کوئی شرارت نہ کر بیٹھیں۔ پندرہ روز کے بعد کفار پر ایسا خوف و اضطراب طاری ہوا کہ وہ خود ہی پسپا ہونا شروع ہو گئے، اور مسلمانوں کو اللہ نے ان کی ایذا سے بچا لیا۔ ظاہر میں وجہ یہ پیدا ہوئی کہ ایک زبردست جھکڑ چلنے لگا، اور ہوا نے ایسا زور باندھا کہ خیموں کے کھونٹے اکھڑ گئے، طنابیں ٹوٹ گئیں، چولھوں پر ھانڈیاں الٹ گئیں، اور مٹی کنکر سے کفّار کے چہرے، آنکھیں اور لباس اٹ گئے۔ صحیح البخاری کی روایت ہے کہ اس موقع پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تھی کہ "اے کتاب کے نازل کرنے والے، اے حساب کے جلدی چکانے والے۔ ان فوجوں کو شکست دے، انہیں شکست دے، انہیں ہلا کر رکھ دے"۔ اللہ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ اس غزوے میں حضرت علیؓ بن ابی طالب نے عمرو بن وُدّ عامری کو قتل

کیا تھا۔

غزوۂ بنی قریظہ

بنو قریظہ کی غدّاری اور بدعہدی جنگ احزاب میں کھُل کر سامنے آچکی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زیادہ مہلت دینا مناسب نہ سمجھا اور تین ہزار مجاہدین کے ساتھ بنو قریظہ کو جا گھیرا۔ ان لوگوں نے بنو نُضیرؔ کی شرائط پر امان طلب کی، لیکن اس مطالبے کو ٹھکرا دیا گیا۔ پھر انہوں نے حضرت سعدؓ بن مُعاذ کو حَکَمؔ بنا کر فیصلہ کرانا چاہا، کیونکہ وہ اسلام لانے سے پہلے ان کے حلیف تھے۔ اور یہودان سے نرمی کی توقع رکھتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے فیصلہ صادر کیا کہ ان کے مرد قتل کئے جائیں، اموال ضبط کیے جائیں، اور عورتوں، بچوں کو لونڈیاں اور غلام بنا لیا جائے۔ چنانچہ مدینے کے بازار میں کھائیاں کھودی گئیں، اور مردان جنگی کی گردنیں اڑا کر انہیں گڑھوں میں دبا دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد چھ اور سات سو کے درمیان ہو گی۔

رسم تبنیت کی بیخ کنی

زیدؓ بن حارثہ پہلے غلام تھے۔ آزاد ہونے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے تھے، اور ان سے آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش کا نکاح بھی کرا دیا۔ لیکن بناہ نہ ہو سکا اور حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے تبنّیؔ کی رسم بد کے اِبطال کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینبؓ سے نکاح کریں۔ عربوں کے رسم ورواج کے مطابق منہ بولا بیٹا بھی بالکل حقیقی بیٹے کا مرتبہ اور حقوق حاصل کر لیتا تھا، حتیٰ کہ رھن سہن، وراثت اور قربت داری کے جملہ تعلقات میں وہ سگے بیٹے کی حیثیت اختیار کر لیتا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو

حضرت زینبؓ سے نکاح میں تامل تھا، کیونکہ کفار کے نزدیک یہ اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے کے مترادف تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کے ذریعے سے سارے توہمات جاہلیت کی جڑ کاٹ دی اور قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں، اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر بات کو جانتا ہے۔

آیتِ حجاب

اسی سال پردے سے متعلق پہلا حکم نازل ہوا:

اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔

جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ میں ہو کر مانگو۔ یہ صورت تمہارے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور ان کے دلوں کیلئے بھی۔

فریضۂ حج

اسی سال ہر صاحب استطاعت شخص پر حج فرض کیا گیا۔ حج کی حکمتیں کسی صاحبِ بصیرت سے مخفی نہیں ہیں۔ یہ ایک تقریب سعید ہے جو ہر سال دنیا بھر کے مختلف ملکوں، زبانوں اور نسلوں کے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کر دیتی ہے، تاکہ وہ ایمان واخوت کے عہد کو تازہ کریں۔ اس عالمگیر اجتماع سے جو عظیم الشان دینی، سیاسی اور اجتماعی مقاصد حاصل ہوتے ہیں، ان کا فائدہ پوری امت مسلمہ کو پہنچتا ہے۔

ہجرت کا چھٹا سال

غزوۂ بنی لحیان

بنو لحیان کے قبیلے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ معلّمین تعلیم دین کیلئے طلب کیے تھے۔ آنحضورؐ نے حضرت عاصم بن ثابت کو دس آدمیوں کا قائد بنا کر ان کے ساتھ بھیجا، لیکن بنو لحیان نے بد عہدی کی اور بنو ھذیل کو اُکسا کر ان مبلغین کے قتل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ مسلمانوں میں سے آٹھ تو شہید کر دئے گئے اور دو کو مشرکین مکہ کے ہاتھ بیچ دیا، جنہوں نے ان دونوں کو بھی بعد میں شہید کر دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دو سو شہسواروں کے ساتھ بنو لحیان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے، لیکن مٹھ بھیڑ کی نوبت نہ آئی۔

غزوۃ الغابہ

عُیَینہ بن حِصن نے چالیس سواروں کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شیر دار اونٹیوں پر ڈاکہ ڈالا، انہیں ھانک کر لے گئے، اور ان کے رکھوالے ابن ابی ذرؓ کو شہید کر دیا۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے پانسو صحابہ کو ساتھ لے کر ان کا تعاقب کیا۔ فریقین کے مابین معمولی جھڑپیں ہوئیں۔ ایک مسلمان شہید ہوا اور دو مشرک قتل ہوئے۔ دس اونٹنیاں واپس لے کر مجاہدین لوٹ آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عُیَینہ کو چراگاہ عطا فرمائی تھی۔ لیکن اس احسان فراموش نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ غزوۂ خندق کے روز مشرکین کے کیمپ میں موجود تھا، اور پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ

اونٹنیاں بھگا کر لے گیا۔

غزوۂ حُدیبیہ

حدیبیہ مکے سے کچھ فاصلے پر ایک کنواں تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ۶ھ میں ایک ہزار چار سو صحابہ کرام کے ہمراہ مدینے سے عمرے کی خاطر روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ کوئی اسلحۂ جنگ نہ تھا، سوائے اس کے کہ نیاموں میں بند تلواریں تھیں، جو اُس زمانے میں بالعموم ہر مسافر کے پاس لازماً رہا کرتی تھیں۔ جب قریش کو مسلمانوں کی اس طرح آمد کا علم ہوا تو انہوں نے بیت اللہ کا راستہ روکنے کے لئے ایک لشکر جمع کر لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام غدیر الشطاط کے قریب پہنچے تو انہیں کفار کے ارادوں کا علم ہوا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے حضرات! اس بارے میں مشورہ دیجئے۔ یہ لوگ جو بیت الحرام سے ہمیں روک رہے ہیں کیا ہم ان سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔ حضرت ابو بکر نے جواب دیا: "یا رسولؐ اللہ آپ تو صرف عمرے کی خاطر تشریف لائے ہیں۔ نہ آپ کسی سے لڑنا چاہتے ہیں، نہ کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ پیش قدمی فرمائیے۔ جس نے ہمیں روکا ہم اُس سے لڑیں گے۔" آنحضورؐ نے فرمایا "اللہ کا نام لے کر چلے چلو"۔

جب آپ ثَنِیّۃ المُرار کے قریب پہنچے تو آپ کی اونٹنی "القصوا" بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام نے اُسے اُٹھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ بیٹھی ہی رہی۔ صحابہ کہنے لگے: "قصواء نے تو گھٹنے ٹیک دیے"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "قصواء خود بخود بیٹھنے والی نہیں تھی۔ اسے اُسی ذات نے روک دیا ہے جس نے (ابرہہ کے) ہاتھی کو روک لیا تھا۔ اُس خدا کی قسم جس کی مٹھی میں میری جان ہے۔ اللہ کے نزدیک قابلِ احترام

امور میں سے، جس امر کی بھی تعظیم و تکریم کے لئے مجھ سے کہا گیا میں اُسے کروں گا۔"
پھر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے حدیبیہ سے ذرا ہٹ کر پڑاؤ کیا۔

فریقین کے مابین بات چیت شروع ہوئی اور آخر کار صلح کی بات پختہ ہوگئی اور غزوۂ حدیبیہ صلح حدیبیہ میں تبدیل ہوگیا۔ مسلمان اگر اُس وقت لڑتے تو ناکامی کا امکان نہیں تھا مگر بلد الحرام میں خونریزی کو پسند نہ کیا گیا اور بیت اللہ کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے صلح کر لی گئی، جس کے شرائط یہ ہیں :۔

(۱) فریقین کے درمیان (۱۰ سال اور بعض اقوال کے مطابق ۴ سال تک) لڑائی نہ ہوگی۔

(۲) ایک دوسرے کو کوئی گزند نہیں پہنچائی جائے گی۔

(۳) مسلمان اس سال عمرہ نہیں کریں گے۔

(۴) مشرکین کے ہاں سے کوئی مسلمان مدینے جائے گا تو واپس کر دیا جائے گا لیکن مدینے سے کوئی مسلمان مکے جائے گا تو اُسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۵) فریقین دیگر قبائل سے باہمی معاہدات کرنے میں آزاد ہوں گے۔

بیعت الرضوان

غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر وہ بیعت لی گئی جسے بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صورت یہ ہوئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ شرائط لکھوائیں اور انہیں حضرت عثمان رضؓ اور بعض دیگر صحابہ کے ہاتھ مشرکین کے پاس روانہ کر دیا۔ مشرکین نے حضرت عثمان رضؓ کو اپنے پاس روک لیا، اور آپ کے شہید

کیے جانے کی افواہ پھیلا دی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے صحابہ کرام سے مرنے مارنے کے عہد پر بیعت لی۔ اس درخت کا نام اُس دن سے شجرۃ الرضوان اور بیعت کا نام بیعت الرضوان پڑگیا۔ جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا تو ڈر گئے اور فوراً حضرت عثمان اور آپ کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ اس بیعت اور اس درختؔ کا ذکر قرآن میں آیا ہے :

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ۔	یقیناً جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں وہ تو اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اُن کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔
لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ۔	راضی ہوگیا اللہ مومنین سے جبکہ وہ بیعت کر رہے تھے تم سے درخت[1] کے نیچے۔

اسی موقع پر سورۂ فتح بھی نازل ہوئی، جس میں اللہ نے فرمایا :

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۔	ہم نے تیرے لیے فتح مبین (کا دروازہ) کھول دیا۔

مسلمانوں کو پہلے تو صلح کی شرائط ناگوار گزریں، لیکن اس سورۃ کے نزول نے اُن کی تسلی کر دی اور وہ جان گئے کہ یہ صلح فتح مکہ کا پیش خیمہ ہے، اور وہ وقت جلد آنے والا ہے، جب کہ وہ "مسجد حرام میں اطمینان کے ساتھ حلق اور قصر کرا کر (حج کیلئے بال منڈا کر یا کٹوا کر) بے خوفی کی حالت میں داخل ہوں گے۔"

ابن عباس رضؓ فرمایا کرتے تھے "فتح مبین یہی صلح حدیبیہ ہی تو ہے۔"

---

[1] اس درخت کو بعد میں حضرت عمرؓ نے کٹوا دیا تھا کیونکہ یہ لوگوں کی زیارت گاہ اور عبادت گاہ بننے لگا تھا۔

ملوک کے نام مراسلات

رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جب صلح حدیبیہ کے بعد جونہی ذرا غزوات سے مہلت پائی تو آپ نے گردوپیش کے سلاطین کو اسلام کی جانب تحریری دعوت دی۔ آپ نے اپنے مکاتیب پر ثبت کرنے کے لئے چاندی کی ایک مہر بنوائی، جس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا۔ آپ نے جن جن کو خطوط لکھوائے اُن میں سے قابل ذکر یہ ہیں :-

قیصر[۱] روم۔ امیر بُصریٰ[۲]۔ دمشق کا[۳] رومی گورنر (حارث بن ابی شمر[۴] غسانی)۔ مصر کا رومی گورنر مُقوقس[۵]۔ نجاشی[۶] (بادشاہ حبش)۔ کسریٰ[۷] (شاہ ایران) مُنذر[۸] بن ساوی (شاہِ بحرین)۔ جیفر اور عبد[۹] ابی جلندی (والیانِ عمان)۔ ھوذہ[۱۰] بن علی (ملکِ یمامہ)۔

ان میں سے کسریٰ نے نخوت اور بدتمیزی دکھاتے ہوئے نامۂ مبارک کو چاک کر دیا، اور حبشہ، بحرین اور عُمان کے سلاطین اسلام لے آئے، جو مراسلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل قیصر روم کو روانہ فرمایا اُس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

محمدؐ بن عبداللہ کی جانب سے رُوم کے سردار ھرقل کی طرف۔ سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امّا بعد، میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آئیے، سلامت رہیں گے اور اللہ دوہرا اجر دے گا۔ اگر منہ موڑیں گے تو رعایا کے گناہوں کا وبال بھی آپ ہی پر ہوگا۔" اور اے اہل کتاب، آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم نہ بندگی کریں کسی

کی سوائے اللہ کے اور اُس کا شریک کسی کو نہ بنائیں اور ایک دوسرے کو رب نہ بنالیں اللہ کے سوا۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو، گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

جب قیصر کو خط ملا تو کہنے لگا "ان کا کوئی ہم قوم تلاش کرو تاکہ اُس سے اُن کے حالات معلوم کریں۔" ابوسفیان بن حرب اُس وقت شام میں تھے اور ایمان نہیں لائے تھے۔ اُن کے ساتھ کچھ دوسرے مشرکین بھی تھے جو سب تجارت کے لئے آئے تھے۔ قیصر کی نگاہ میں ایک نبی جن جن صفات سے متصف ہو سکتا ہے، اُن کے بارے میں ابوسفیان سے سوالات کیے گئے۔ جوابات سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام اوصاف کے حامل ہیں۔ قیصر نے یہ سب کچھ سن کر کہا جو کچھ تم کہتے ہو اگر وہ حق ہے تو پھر وقت آئے گا کہ محمدؐ میرے قدموں کے نیچے کی زمین پر بھی قابض ہو گا۔ مجھے معلوم تو تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہو گا۔ اگر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اُن کے پاس جانا میرے لئے ممکن ہوتا تو ان کی خدمت میں جا حاضر ہوتا اور باریابی کا شرف حاصل ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔"

غزوۂ خیبر

خیبر مدینہ سے کچھ فاصلے پر شام کی سمت میں ایک بستی تھی جو تین قلعوں اور مزروعہ زمین پر مشتمل تھی۔ یہاں بنو نضیر آباد تھے جو جنگ خندق کے موقع پر سب سے زیادہ قبائل عرب کو برانگیختہ کرنے والے تھے۔ انہیں ان کی شرارتوں کا مزا چکھانے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ماہ محرم میں سولہ سو مجاہدین کو لے کر خیبر کی جانب روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام رات کے وقت خیبر کے قریب پہنچ گیا مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا

کہ رات کے وقت کسی پر حملہ آور نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ صبح کے وقت خیبر کو محاصرے میں لے لیا گیا۔ چھ دن تک محاصرہ جاری رہا مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ساتویں روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جسے اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔ اللہ اُس کے ہاتھ پر قلعہ کو فتح کر دیگا۔ صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی کو عطا فرمایا۔ اُن کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لعاب مبارک لگایا اور دعا فرمائی۔ اللہ کے اذن سے انہیں شفا ہو گئی۔

حضرت علی مجاہدین کو لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور آپ نے چاروں طرف سے محاصرے میں شدت اختیار کی۔ یہودیوں نے بھی سخت مقابلہ کیا، لیکن آخر کار اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔ یہاں سے مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اسی جنگ کے بارے میں بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ حضرت علی رضؓ نے خیبر کے دروازے کو ہلا کر اکھاڑ لیا تھا اور اُسے ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔

دیگر واقعات

فتح خیبر کے بعد حبشہ کے مہاجرین واپس ہوئے۔ ان میں علاوہ دیگر مسلمانوں کے حضرت ابو موسیٰ رضؓ اشعری اور اُن کی قوم کے لوگ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ دس برس تک حبشہ میں رہے۔

اسی سال باغ فَدَک فتح ہوا۔ یہ بھی یہود کی آبادی تھی۔ ان لوگوں نے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ انہیں خالی ہاتھ اپنے گھروں سے نکل جانے کی اجازت دے دی جائے۔ فَدَک کی بستی بھی خیبر سے متصل تھی۔

اسی طرح مدینے سے کچھ فاصلے پر ایک دوسری آبادی تیمَاء تھی۔ یہاں بھی یہودی آباد تھے۔ ان لوگوں نے جزیہ ادا کرنے کی شرط تسلیم کر لی۔

غزوہ وادی القریٰ

وادی القریٰ شام اور خیبر کے درمیان واقع ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام لانے یا جزیہ ادا کرنے کی دعوت دی مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا، اور لڑائی تک نوبت پہنچی۔ مسلمانوں نے انہیں شکست دی اور بہت سا مالِ غنیمت یہاں سے حاصل ہوا۔

مدینے کے گرد و نواح میں یہود کا قلع قمع ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو ایسے دشمنوں سے نجات مل گئی، جن کے سینے میں بغض و عناد کی آگ ہر وقت بھڑکتی رہتی تھی اور جو فتنہ و فساد اور جدال و قتال کی چنگاریوں کو ہر وقت ہوا دیتے رہتے تھے۔

عمرۃ القضاء

اسی سال عمرۃ القضاء ادا کیا گیا۔ جب ذوالقعدہ کا ہلال دکھائی دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ گزشتہ سال کے اُس عمرے کی قضا کے لئے تیار ہو جائیں، جس سے حدیبیہ کے موقع پر مشرکین نے روک دیا تھا۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے۔ ان میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ اُن صحابہ کرام کے ماسوا جو خیبر میں شہید ہوئے تھے یا جو فوت ہو چکے تھے، کوئی باقی نہ رہا۔ مسلمان مکے روانہ ہو گئے۔ جب وہ مکے سے قریب وادی مَرّ الظہران میں پہنچ گئے تو قریش کو علم ہوا۔ وہ ڈر گئے اور چند نوجوانوں کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا "اے محمدؐ" کسی چھوٹے یا بڑے معاملے میں آپ کی طرف سے وعدہ خلافی نہیں دیکھی گئی، اور ہم

نے کوئی نئی بات ایسی نہیں کی جو قابل اعتراض ہو"۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لڑائی کے لئے نہیں بلکہ عمرے کے لئے آئے ہیں۔ جب مسلمان مکے کے بالکل قریب پہنچ گئے تو مشرکین ارد گرد پہاڑیوں کی طرف نکل گئے، کیونکہ وہ مسلمانوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے تین روز مکے میں قیام کیا اور پھر مدینے مراجعت فرمائی۔

دیگر واقعات

اسی سال حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان ابن ابی طلحہ اسلام لائے یہ لوگ قریش کے سردار تھے اور مسلمان ہونے سے قبل اہلِ اسلام کے خلاف پرے جمایا کرتے تھے۔ اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب سے نکاح کیا۔ حُیَیّ یہود کے قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا۔ حضرت صفیہؓ فتح خیبر کے موقع پر اسیر ہوئیں اسلام لانے اور آزادی حاصل کرنے کے بعد آپ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔ اسی سال رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ بنت حارث سے نکاح فرمایا وہ آنحضورؐ کے عم محترم حضرت حمزہ کی بیوہ تھیں جو کہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت میمونہ رضؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہونے والی آخری خاتون ہیں

ہجرت کا آٹھواں سال

جنگِ مُوتہ

مُوتہ شام میں ایک مقام ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امیرِ بُصریٰ کے پاس اپنا جو ایلچی بھیجا تھا اُسے یہاں شہید کر دیا گیا۔ جُمادی الاولیٰ ۸ھ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص لینے کی خاطر تین ہزار کا جیش مرتب فرمایا اور حضرت زیدؓ بن ثابت کو اس کا امیر مقرر کیا اور فرمایا "اگر زید شہید ہوں تو ان کے جانشین جعفرؓ ہوں گے، اور اگر جعفرؓ شہید ہوں تو ان کے جانشین عبداللہ بن رواحہ ہوں گے" پھر آپ نے چند وصیتیں ارشاد فرمائیں مثلاً فرمایا "تم ایسے لوگ پاؤ گے جو کلیساؤں کے حجروں میں گوشہ نشین ہیں۔ انہیں مت چھیڑو۔ کسی عورت، بچے یا بوڑھے کو قتل نہ کرو۔ کوئی درخت نہ کاٹو۔

مسلمان مجاہدین جب مُوتہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کا ایک پچاس ہزار کا لشکر جمع ہے، جس کے ساتھ اسلحہ اور ساز و سامان کی عظیم مقدار موجود ہے۔ مقابلہ شروع ہوا، حتیٰ کہ حضرت زید شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا تھام لیا اور لڑنے لگے۔ یہاں تک ان کا سیدھا ہاتھ کٹ گیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا سنبھالا۔ آخر وہ ہاتھ بھی شہید ہو گیا۔ پھر انہوں نے جھنڈے کو اپنے سینے اور آغوش میں جگہ دی، حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ اس کے

بعد حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے قیادت سنبھال لی۔ یہاں تک انہوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے لئے شکستِ فاش کا زبردست خطرہ پیدا ہوگیا۔ عین اس وقت مجاہدین نے اپنی کمان حضرت خالدؓ بن ولید کے سپرد کی، جن کی مردانگی، جرأت اور جنگی مہارت مسلّم تھی۔ انہوں نے پہلے تو بڑھ کر دشمنوں پر یکبار گی دھاوا بولا، اور اُن کی بہت بڑی تعداد کو قتل کر کے مال غنیمت سمیٹا، اور اس کے بعد اپنی چھوٹی سی فوج کو کمال ہوشیاری کے ساتھ رومیوں کے نرغے سے بحفاظت باہر نکال لیا۔ اس کے بعد مسلمان مدینے واپس ہوئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت خالد بن ولید کی بہت تعریف فرمائی۔ روایات میں آیا ہے کہ اھل مُوتہ کے حالات بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے یَعلیٰ بن اُمَیّہ پہنچے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چاہو تو تم بتاؤ، اور چاہو تو میں تمہیں بتاتا ہوں۔" انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ، آپ ارشاد فرمائیے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سارے حالات بیان فرمائے۔" حضرت یَعلیٰ سن کر کہنے لگے "اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے اس واقعے کے بیان میں سے ایک حرف بھی حذف نہیں فرمایا۔"

فتح مکہ

سب سے بڑی فتح یعنی فتح مکہ ۸ھ ہی میں واقع ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کفارِ قریش صلح حدیبیہ کی شرائط کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔ تفصیل یہ ہے کہ قبیلہ خُزاعہ مسلمانوں کا حلیف تھا اور قبیلہ بکر قریش کا حلیف تھا۔ بکر کا ایک فرد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کر رہا تھا۔ خزاعہ کے ایک آدمی نے اس پر اُسے مارا

بنو بکر نے اس پر بنو خزاعہ سے لڑنے کا ارادہ کیا، اور قریش سے مدد چاہی۔ قریش نے انہیں خفیہ مدد دی، وہ اچانک بنو خزاعہ پر جا پڑے، اور اُن کے بیس سے زائد آدمی قتل کر دیئے۔ خزاعہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر فریاد کی۔ آپ نے فرمایا "میں اپنی ذات سے بھی بڑھ کر تمہاری مدافعت کروں گا۔" قریش کو بعد میں اپنی احمقانہ حرکت کا احساس ہوُا، اور انہوں نے ابوسفیان کو تجدید عہد کے لئے بھیجا، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر کی تیاری شروع کی اور اسلم، غِفار، مُزَیْنَہ، جُہَیْنَہ، اَشْجَع اور سُلَیْم کے قبائل کو بھی تیاری کے پیغامات بھجوا دیے گئے، مگر یہ سب کچھ نہایت مخفی طریق پر سر انجام دیا گیا تاکہ قریش کو علم نہ ہو۔ رمضان المبارک میں دس ہزار کا لشکر لے کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مکے کا قصد کیا۔ رستے میں آپ کے چچا حضرت عباس بمعہ اہل و عیال آکر ملے اور مسلمان ہو گئے۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی (نیز رضاعی بھائی) تھے وہ بھی اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ آکر مسلمان ہوئے۔ ابوسفیان بن حرب بھی لشکر اسلام کے حالات معلوم کرنے نکلے تھے کہ انہیں مسلمان فوج کے ایک محافظ اور پہرے دار نے گرفتار کر لیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ابوسفیان بھی اسلام لے آئے۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جب مکے کی جانب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش قدمی کا علم قریش کو ہوا تو ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بُدَیل بن ورقا معلومات حاصل کرنے کے لئے مکے سے نکلے، یہاں تک کہ مَرّ الظہران تک جا پہنچے، وہاں انہوں

نے دیکھا کہ چاروں طرف آگیں روشن ہیں۔ ابوسفیان نے کہا "یہ کیسی روشنیاں ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوم عرفہ ہے" بدیل بن ورقاء نے جواب دیا "یہ بنو عمرو کے گھروں کی آگ ہے" ابوسفیان بولے "اُن کی آبادی تو اتنی بڑی اور پھیلی ہوئی نہیں" اتنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سنتریوں نے انہیں آکر پکڑ لیا اور بارگاہ نبوی میں حاضر کر دیا۔ ابوسفیان ایمان لے آئے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا "ابوسفیان کو ایسی جگہ کھڑا کیجیے جو ذرا تنگ ہو اور جہاں سے مجاہدین اسلام سارے سمٹ کر گزر رہے ہوں" چنانچہ انہیں ایک مقام پر کھڑا کر دیا گیا تاکہ وہ سواروں کے مختلف دستوں کو گزرتا ہوا دیکھیں۔

پہلے ایک دستہ گزرا۔ حضرت ابوسفیانؓ نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟" حضرت عباسؓ نے بتایا "یہ قبیلۂ غفار کے سوار ہیں" حضرت ابوسفیان کہنے لگے "مجھے ان سے کیا دلچسپی!" پھر قبیلۂ جُہَنیہ کا دستہ گزرا تو انہوں نے وہی بات کہی اس کے بعد قبیلۂ سعد بن ھُذَیم اور پھر قبیلۂ سُلیم کے سوار گزرے تو انہوں نے وہی بات دہرائی حتیٰ کہ ایک دستہ ایسا گزرا جو اپنی مثال آپ تھا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا "یہ کون ہیں؟" حضرت عباسؓ نے کہا "یہ انصار ہیں" ان کے سردار سعدؓ بن عُبادہ تھے جن کے ساتھ جھنڈا تھا۔ حضرت سعد بن عبادہ نے جب ابوسفیانؓ کو دیکھا تو کہنے لگے "اے ابوسفیان! آج ہے گھمسان کا دن! آج کعبے کے احترام کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا!" ابوسفیان بولے "اے عباس! کیا ہی معرکے کا دن ہے!" آخر میں ایک سب سے چھوٹا سا دستہ آیا، جس میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ تھے اور جھنڈا حضرت زُبَیر بن عوّام کے ہاتھ میں تھا۔ جب آنحضورؐ ابوسفیانؓ

کے پاس سے گزرے تو انہوں نے عرض کیا "آپ کو معلوم ہے سعدؓ بن عبادہ کیا کہتے ہیں؟" آپ نے پوچھا: "کیا؟" ابوسفیانؓ نے حضرت سعدؓ کے قول کو دُہرایا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سعد غلط کہتے ہیں۔ یہ وہ دن ہے جس دن اللہ کعبے کی عظمت کو دوبالا کرے گا! یہ وہ دن ہے جس دن کعبے کو خلعت پہنایا جائے گا۔"

اس کے بعد رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ مکے کے قریب پہنچ گئے آنحضورؐ نے خالدؓ بن ولید کو حکم دیا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ بالائی جانب سے مکہ معظمہ میں داخل ہوں اور صرف اُس آدمی سے قتال کریں جو اُن سے لڑے۔ خود آنحضرتؐ نچلی طرف سے داخل ہوئے۔ قریش میں سے بعض حضرت خالدؓ کے مزاحم ہُوئے حضرت خالدؓ نے لڑ کر انہیں رستے سے ہٹا دیا۔

مکے میں داخلے کے بعد رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے امن و امان کا اعلان کر دیا۔ آپ کی طرف سے منادی کی گئی کہ "جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا اُسے امان ہے۔ جو ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو گیا اُسے امان ہے۔ جس نے اپنے اوپر اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اُسے امان ہے۔" صرف چند اشخاص کو مستثنیٰ قرار دے کر اُن کا خون ہدر قرار دے دیا گیا۔ ان لوگوں کے جرائم ناقابل معافی تھے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں: کعب ابن زُہیر، عِکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن اُمیہ۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح (یہ شخص مسلمان اور کاتب وحی تھا مگر مرتد ہو گیا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں افتراء پردازیاں کرتا تھا)، وَحشی (قاتل حمزہؓ)، ہِند بنت عُتبہ (زوجۂ ابی سفیان)۔ بخاری شریف میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے روز جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مکہ میں داخل ہوئے تو کعبے کے گرداگرد تین سَو ساٹھ ۳۶۰ بت نصب

تھے۔ آپ کے دست مبارک میں لکڑی تھی جس سے آپ ہر بت پر ضرب لگاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: "حق آگیا اور باطل کافور ہوگیا۔ حق آگیا۔ باطل نہ کسی شے کی ابتداء کر سکتا ہے اور نہ کسی شے کا اعادہ کر سکتا ہے۔"

پھر آپ کے حکم سے تمام اصنام نکال باہر پھینک دیے گئے۔ ان میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی مورتیاں بھی تھیں۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام کو ان جھوٹے معبودوں سے صاف اور پاک کر دیا، اور اللہ کا گھر تنہا اُسی کی عبادت کے لئے مخصوص ہوگیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کعبے میں داخل ہوئے اور تکبیر کہتے ہوئے اس میں چاروں طرف گھومے، پھر آپ مقامِ ابراہیم کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ادا کی۔ پھر آبِ زمزم نوش فرمایا۔ پھر آپ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ سب نگاہیں آپ پر جمی ہوئی تھیں کہ دیکھیں آپ اپنے اعداء مشرکین کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، وہ مشرکین جنہوں نے آپ کو ایذائیں دیں، کئی مرتبہ آپ کے قتل کا ارادہ کیا، آپ کو اپنے گھر سے جلاوطن کیا، اور آپ سے مسلسل لڑائیاں کیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ قیام فرما ہوئے۔ پہلے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا اور بزرگی بیان کی اور پھر خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"اے لوگو، اللہ نے مکے کو اُس روز سے واجب الاحترام قرار دیا ہے، جس روز سے اُس نے آسمان و زمین پیدا کئے۔ اس کی حرمت قیامت تک کے لئے قائم ہے۔ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ بلد الحرام میں خون بہائے یا اس کی لکڑی کاٹے۔ اگر کوئی رسول اللہ کے قتال کو عذر بنا کر رخصت طلب کرنا چاہے اُس سے کہہ دو کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو

اس کی اجازت دی ہے، لیکن تمہیں نہیں دی ۔ میرے لئے بھی قتال ایک گھڑی کے لئے حلال کیا گیا، اور اس کے بعد اس کی حرمت آج بھی اسی طرح بحال کر دی گئی جس طرح کہ کل کے روز تھی، جو آدمی یہاں حاضر ہے وہ غیر حاضر تک یہ بات پہنچا دے۔"

پھر آپ نے فرمایا: "اے قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں"؟ انہوں نے جواب دیا: "آپ سے خیر کی امید ہے۔ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔" آنحضورؐ نے فرمایا۔" جاؤ تم لوگ آزاد ہو۔" یعنی نہ تمہیں قید کیا جائے گا اور نہ غلام بنایا جائے گا۔"

اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام شروع کی ۔ معاویہؓ اور ابو قحافہ والد ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما اس روز ایمان لائے ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا تو اس پر مارے رعب کے کپکپی طاری ہو گئی ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "گھبراؤ مت ۔ میں تو قریش کی ایک بیوہ عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی ۔

جب مردوں کی بیعت ختم ہو چکی تو عورتوں کی شروع ہوئی ۔ عورتیں اس عہد کی بیعت کرتی تھیں کہ "وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اپنے ہاتھ اور پاؤں کے مابین بہتان نہیں باندھیں گی، اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معروف میں نافرمانی نہیں کرینگی"

پھر آپ نے حضرتِ بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں ۔

پھر آپ نے قبائل کے بتوں کو توڑنے کے لئے اطراف و اکناف میں صحابہ کرام کے دستے بھیجے ۔ نخلہ میں قریش کا سب سے بڑا بت عزّٰی تھا ۔ اُسے توڑا گیا، پھر

سُوَاع کو پاش پاش کیا گیا۔ یہ قبیلہ ھُذَیل کا بت تھا جو مکے کے قریب نصب تھا۔ پھر قبائل کَلْب و خُزَاعہ کے بُت مَنَاۃ کو منہدم کیا گیا۔ یہ بُت ساحل بحر کے پاس ایک پہاڑی مُشَلَّل پر گڑا ہوا تھا۔

جن لوگوں کا خون مباح قرار دیا گیا تھا اُن میں سے بعض کو تو قتل کر دیا گیا۔ بعض ایسے بھی تھے جن پر اگرچہ شروع میں زمین تنگ ہو گئی، لیکن بعد میں اللہ نے اُن کے لیئے اسلام کا راستہ کھول دیا۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں :

عِکْرِمَہ بن ابی جہل۔ ھَبَّار بن اسود۔ صفوان بن اُمَیَّہ۔ حارث بن ھشام۔ زُہَیر بن ابی اُمَیَّہ مخزومی۔

ان میں سے دو مؤخر الذکر آدمیوں کو امّ ھانی بنت ابی طالب نے اپنے گھر میں پناہ دی۔ ام ہانی آنحضورؐ کی چچازاد بہن تھیں۔ آپؐ نے فرمایا "اے ام ہانی، تم نے جسے پناہ دی، ہم نے اُسے پناہ دی۔" عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی اسلام لے آیا۔ اُس کی خیانت، بے استقلالی اور کذب بیانیوں کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ اُس سے اعراض فرمایا۔ ابوسفیانؓ کی بیوی ھند بھی مسلمان ہو گئیں۔ کعب بن زُہَیر مشہور ھجو گو شاعر بھی اسلام لے آیا۔ اُس نے آنحضورؐ کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر کا ترجمہ ہے :

"یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی شمشیر ہیں، جس کی چمک سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ وہ اللہ کی ایک برہنہ تلوار ہیں۔"

جب اُس نے یہ بیت پڑھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اتار کر کعب کے سپرد کر دی۔ چادر کو عربی میں بُرد کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ قصیدہ

قصیدۂ بُردہ کے نام سے مشہور ہے۔ معاویہؓ بن ابی سفیان نے یہ چادر اپنے زمانۂ خلافت میں کعبؓ کی اولاد سے خرید لی تھی۔ پھر یہ سلاطین کے ہاں منتقل ہوتی چلی آئی، حتیٰ کہ ترکان عثمانی آخر میں اس کے وارث ہوئے۔

وحشی قاتل حمزہ کا قصہ

پہلے ذکر آچکا ہے کہ وحشی نے حضرت حمزہؓ عم رسولؐ کو شہید کیا تھا۔ امام بخاری رح نے اپنی جامع صحیح میں وحشی کا قصہ انہی کی زبانی بیان کیا ہے۔ واقعہ شہادت کے ذکر کے بعد وہ کہتے ہیں" میں لوگوں کے ساتھ واپس آگیا اور مکہ میں مقیم ہوگیا۔ حتیٰ کہ اسلام مکہ میں خوب پھیل گیا۔ میں اس کے بعد طائف چلا گیا۔ طائف والوں نے گفت وشنید کے لئے اپنے بعض قاصد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے۔ مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ آنحضورؐ ایلچیوں کے ساتھ کبھی بُرا سلوک نہیں کرتے۔ چنانچہ میں اُن کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلا گیا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا "تو وحشی ہے"؟ میں نے عرض کیا" ہاں"۔ آپ نے پوچھا" کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا؟ میں نے عرض کیا" جیسی خبر آپ کو پہنچی ہے، ویسا ہی ہوا ہے"۔ آپ نے فرمایا" کیا تیرے لئے یہ ممکن ہے کہ تو اپنے چہرے کو میرے سامنے سے ہٹا لے؟" میں وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اس اثنا میں میں مسلمان ہوگیا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اُس وقت مُسَیلِمَہ کذّاب دعوائے نبوت کر چکا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کے خلاف شریک جہاد ہو جاؤں۔ شاید کہ میں اسے قتل کر سکوں، اور اس طرح حضرت حمزہ رضہ کے خون کی کچھ تلافی ہو۔ چنانچہ میں مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ لڑائی شروع تھی کہ میں نے ایک دیوار کے شگاف کی اوٹ میں ایک آدمی کھڑا دیکھا، جس کے بال بکھرے ہوئے

تھے، اور دیکھنے میں ایک خاکستری اونٹ کے مشابہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اپنی برچھی سنبھالی اور تاک کر اس زور سے پھینکی کہ وہ سینے میں لگی اور جسم چھیدتی ہوئی پار ہوگئی ادھر سے انصار کا ایک شخص لپکا، جس نے تلوار سے اُس کی گردن اڑادی۔ یہ مسیلمہ کذّاب تھا۔"

غزوۂ حنین

اسی سال غزوۂ حنین پیش آیا۔ حنین طائف کے قریب ایک وادی کا نام ہے فتح مکہ کے بعد مدینے واپس ہونے سے قبل نبی صلے اللہ علیہ وسلم قبیلۂ ثقیف و ہوازن سے نمٹنے کے لئے روانہ ہوگئے، کیونکہ وہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے فوجیں جمع کر رہے تھے، آپ کے ساتھ اہل مدینہ میں سے دس ہزار مجاہدین تھے۔ ان کے علاوہ دو ہزار مسلمان ایسے تھے جو فتح مکہ کے روز ایمان لائے تھے۔ نیز مشرکین کے اسّی افراد بھی ساتھ تھے۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم حنین پہنچے تو ایک شخص نے کہا کہ آج ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم قلّتِ تعداد کی بنا پر شکست کھا جائیں۔ اس روز مسلمانوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی، لیکن دشمن کے لشکر کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی اور وہ وادی کے ایک تنگ مقام میں چھپ کر سمٹ گیا تھا۔ دشمن نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش شروع کردی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تیر نہیں، بلکہ ایک ٹڈی دل ہے جو حملہ آور ہوگیا ہے۔ مسلمان دہشت زدہ ہوکر پسپا ہونے لگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد صرف چند صحابہ ثابت قدم رہ سکے، جن میں سے حضرت ابوبکر رض، حضرت عمر رض، حضرت علی رض، حضرت عباس رض اور ابوسفیان رض بن حارث

(آنحضورؐ کے چچازاد بھائی) قابل ذکر ہیں۔ بھگدڑ مچ رہی تھی، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس نازک وقت میں شدید معرکے کے مابین پہاڑ کی طرح اپنے مقام پر جمے ہوئے تھے آپ کا قدم ثابت اور دل مضبوط تھا۔ آپ فرمارہے تھے: "انا النبیُّ لاکَذِب ۔ انا ابن عبد المطّلب"۔ (میں نبی ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)

حضرت عباسؓ بڑے بلند آواز انسان تھے۔ آپ نے انصار کو پکار اکر "اے بیری کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو، کہاں ہو"۔ احادیث میں آتا ہے کہ انصار صحابہ اس آواز پر اس طرح ٹوٹ پڑے، جس طرح کوئی شیر دار اونٹنی اپنے بچے کی آواز سن کر دوڑتی ہے۔ آن کی آن میں صحابہ کی ایک جمعیت اکٹھی ہو گئی، اور انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں اتنا زبردست حملہ کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے پانسہ پلٹ گیا۔ مسلمانوں نے بڑھ بڑھ کر کفّار پر ایسے بھرپور وار کیے، کہ اُن کے چھکّے چھوٹ گئے، اور انجام کار انہیں شکست ہوئی۔ اور مسلمانوںکو کامرانی اور طمانیت نصیب ہوئی۔ قرآن میں آیا ہے:

اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا۔

اللہ نے تسکین نازل کی اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور اُتارے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا (یعنی فرشتے)۔

مشرکین کے سترؔ سے زائد آدمی قتل ہوئے اور بہت بڑی تعداد قید کی گئی۔ مسلمانوں نے اُن کی عورتوں بچوں کو گرفتار کیا اور اُن کے اموال پر قبضہ کرلیا مسلمانوں کے صرف چار۴ آدمی شہید ہوئے۔ اہل مکہ میں سے جو مشرکین مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں آگئے تھے وہ اسلام لے آئے۔ ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ پہلے انہوں نے

مسلمانوں کو پسپا ہوتے دیکھا تو خوش ہوئے اور مذاق اڑایا۔ لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی ہے، اور ان کی شکست کو فتح میں بدل دیا ہے، تو وہ مسلمان ہو گئے۔

جنگ حنین میں مسلمانوں کو جو زک اٹھانی پڑی اُس کے دو وجوہ ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے ناصرِ حقیقی پر کلّی بھروسے کرنے کے بجائے اپنی کثرت تعداد پر اعتماد کیا، اور ان کے اندر فخر و غرور کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ جب تک انسان کے اندر توکل علی اللہ نہ ہو، اس کے اندر صبر و ثبات اور تحمّلِ صدمات کا جوہر پیدا نہیں ہوتا اللہ نے قرآن میں فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ۔

مدد کی اللہ نے تمہاری بہت سے مواقع پر اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں مبتلا کر دیا۔ پس یہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی، اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے۔

ہزیمت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ لشکر اسلام میں بہت سے مشرک اور نو مسلم دیہاتی بھی تھے۔ انہیں مسلمانوں کی فتح و شکست سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی اور نہ وہ اسلام کی حمایت و مدافعت میں سرگرم تھے۔ ان لوگوں کا لڑنا اُس مجاہد کا سا نہیں ہو سکتا جو فی سبیل اللہ اپنے دین کی خاطر لڑتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میدان جنگ سے فرار گناہ کبیرہ ہے جس پر آخرت میں اللہ کے شدید عذاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

غزوۂ طائف

جو مشرکین حنین سے بھاگ نکلے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب میں طائف تک گئے ۔ آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے ہیں، اور ان کے پاس اتنا سامان اور خوراک ہے، جس سے وہ سال بھر تک گزارا کر سکتے ہیں۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا ان پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بارہ ۱۲ آدمی شہید ہو گئے۔ یہ محاصرہ انیس ۱۹ دن جاری رہا، لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لیا، اور آپ جعرانہ کی طرف لوٹ آئے، جہاں حنین کے جنگی قیدی موجود تھے۔ چند روز کے بعد ہوازن کے وفود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو اپنے قیدی لے جائیں اور چاہیں تو مال۔ انہوں نے اسیروں کو منتخب کیا اور مال و متاع چھوڑ گئے۔

مدینہ کو واپسی

رسول صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تیرہ ۱۳ دن قیام فرما رہے۔ وہاں سے آپ نے عمرے کا احرام باندھا اور رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے، طواف کیا، حجر اسود کا استلام کیا اور راتوں رات مدینے روانہ ہو گئے۔ آپ اس پوری مدت میں دو ماہ سولہ ۱۶ دن مدینے سے غیر حاضر رہے۔

فتح مکہ سے اسلام غالب اور کفر مغلوب ہو گیا۔ شرک کا زور ٹوٹ گیا اور کفار و مشرکین کا شیرازہ بکھر گیا۔ اللہ نے دین حق کے آفتاب کو ایسا روشن کیا کہ ادیانِ باطلہ کی ظلمتیں سب چھٹ گئیں۔

ہجرت کا نواں سال

سفّانہ اور عدی بن حاتم طائی

حاتم طائی (جس کی سخاوت کے قصّے زبان زدِ خلائق ہیں) قبیلۂ طے کا ایک فرد تھا۔ بعثتِ نبوی سے قبل اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہ قبیلہ بت پرست تھا، اور انہوں نے عبادت کے لئے ایک بُت (فُلس) نصب کر رکھا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ بھیجا تاکہ اس صنم پرستی کا خاتمہ کیا جائے۔ حضرت ؓ نے جا کر اس بت کو پاش پاش کر کے جلا دیا اور اس کے عبادت گزاروں سے جنگ کر کے انہیں ہزیمت دی۔ یہاں سے بہت سا مال غنیمت، قیدی اور بھیڑ بکریاں ہاتھ آئیں۔ قیدیوں میں ایک عورت سفّانہ بھی تھی جو حاتم طائی کی لڑکی تھی۔ جب سب لوگ مدینے واپس آگئے تو رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سفّانہ کو رہا کر دیا اور فرمایا "اس کا والد اچھے اخلاق کا مالک تھا" سفّانہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دعائیں دیں اور کہا :

"اللہ کرے کہ وہ لوگ ہمیشہ آپ کی عنایات کے ممنون رہیں جو خوشحالی کے بعد تنگدست ہو جائیں وہ لوگ کبھی آپ پر غالب نہ آسکیں جنہیں فقر و فاقہ کے بعد دولت مل جائے۔ خدا کرے کہ آپ کے احسانات صحیح مواقع پر وارد ہوں، کسی ذلیل سے آپ کی حاجات وابستہ نہ ہوں اور جب بھی کسی عزت و آبرو والے کا حق سلب ہو، تو آپ ہی اس کی واپسی کا ذریعہ بنیں۔"

سفّانہ کے بھائی عدی نے جب دیکھا کہ مسلمان اس کے وطن پر قابض ہو چکے

ہیں تو وہ شام بھاگ گیا۔ سفّانہ جب رہا ہوئی تو وہ اپنے بھائی کے پاس پہنچی اور اُسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حسنِ سلوک کا ماجرا سنایا، پھر اُسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا مشورہ دیا اور کہا " اگر وہ نبی ہیں تو اُن کی طرف سبقت کرنا باعث فضیلت ہے اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو پھر تو جو ہے سو ہے"۔ عدی مدینے پہنچا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس نے بتایا کہ میں عدی بن حاتم ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُسے ساتھ لے کر گھر روانہ ہوئے۔ رستے میں ایک نہایت بوڑھی عورت نے آنحضوؐر کو روک لیا اور دیر تک اپنے حالات و ضروریات بیان کرتی رہی۔ عدی نے جب یہ نظّارہ دیکھا تو دل ہی دل میں کہنے لگا " واللہ! یہ بادشاہ! تو ہو نہیں سکتے"۔ جب گھر پہنچے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اے عدی! اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے"۔ آپ نے تین مرتبہ اپنا قولِ مبارک دہرایا۔ عدی نے جواب دیا " میں پہلے سے ایک دین پر قائم ہوں"۔ (وہ نصرانی تھے)۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " میں تمہارے دین کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُسے خیر خواہی اور دلسوزی کے ساتھ وعظ و تلقین کرتے رہے، حتّٰی کہ عدی ایمان لے آئے اور وہ ایک بہت اچھے مسلمان بن کر رہے۔

غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک معروف مقام ہے۔ غزوۂ تبوک کا سبب یہ امر تھا کہ رومی سلطنت کی طرف سے شام میں اپنے گورنر کی مدد کرنے اور مسلمانوں سے لڑنے کی زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں، اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرحدات پر جا کر اُن سے قتال کرنا مناسب خیال فرمایا۔ اس غزوے کو غزوۂ عسرہ اور

اس لشکر کو جیش عُسرۃ کا نام بھی دیا جاتا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ غزوہ پیش آیا ہے اُس وقت نہایت عُسرت اور تنگی کے دن تھے ۔ مُدت سے خشک سالی کا عالم تھا، گرمی شدید تھی اور لوگ راحت اور سکون کے متلاشی تھے ۔ پھل اور فصلیں بھی تیار تھیں اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ انہیں کاٹ کر روزی کا سامان فراہم کریں ۔ تبوک تک پہنچنے کے لئے ایک طویل اور پُر خطر سفر درپیش تھا اور طاقت ور اور کثیر التعداد دشمن سے مقابلہ ناگزیر تھا ۔ اس سفر میں بھوک پیاس کی کیفیت یہ تھی کہ اونٹوں کو ذبح کرنے پر جو جمع شدہ پانی اُن کے پیٹ سے برآمد ہوتا تھا، اُسے پی کر تشنگی رفع کرنے کی کوشش کی جاتی تھی ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان عام کیا کہ جہاد اور مجاہدین کے لئے سازوسامان کرنے کے لئے جو کوئی جو کچھ دے سکتا ہے، دیدے ۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے دس ہزار دینار نقد اور تین سو لدے ہوئے اونٹ اور پچاس گھوڑے جہاد فنڈ میں پیش کیے ۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اُن کے حق میں دعائے خیر فرمائی ۔ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جو کچھ بھی تھا، اُسے لاکر آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ اُن کے جملہ اثاثے کی قیمت چار ہزار درہم تھی ۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنا نصف مال پیش کر دیا ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے دو سو اوقیہ لاکر حاضر کیا ۔ حضرت عاصمؓ بن علی نے نوّے وسق (بار شتر) کھجوریں صدقہ کیں ۔ صحابیات نے اپنے اپنے زیور بارگاہ نبوی میں بھجوا دیے ۔ علاوہ ازیں حضرت عثمانؓ نے حضرت عباسؓ اور حضرت یامینؓ بن عمرؓ و بہت سے ایسے لوگوں کے لئے سواری اور زادِ سفر کا انتظام کیا جن کے لئے فراہمی سامان کا کوئی انتظام بیت المال سے نہ ہو سکتا تھا ۔ یہی لوگ ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ

نے فرمایا :

تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ـ

وہ لوگ اس حال میں پلٹے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اس غم میں کہ اُن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں ہے۔

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی تیاری کر لی تو بعض منافقین نے مسلمانوں سے کہا کہ گرمی کے موسم میں مت نکلو۔ اللہ نے ان کے بارے میں نازل فرمایا :

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ـ

اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ کہو آگ دوزخ کی زیادہ گرم ہے کاش کہ وہ سمجھتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے، مدینے اور قبائل عرب کے سب لوگوں کو جہاد میں شرکت کے لئے نفیر عام دی۔ دیہات کے بعض لوگوں نے اور بعض دوسروں نے کچھ عذرات پیش کر کے رخصت طلب کی۔ آنحضور نے انہیں مستثنیٰ کر دیا۔ بعض منافقین بلا عذر گھروں میں بیٹھ رہے۔ ان کا لیڈر عبداللہ ابن ابی تھا۔ اللہ نے اُن کے بارے میں فرمایا :

وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ـ

اور بیٹھے رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کو جھٹلایا۔

نیز فرمایا :

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ

اگر قریب کا سامان ہوتا اور متوسط سفر ہوتا تو یہ لوگ تمہارے پیچھے آتے، لیکن مشقت انہیں

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔

دور کی چیز معلوم ہوتی ہے، اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ نکلتے۔ یہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔

ان منافقین میں سے بعض نے عدم شرکت کے لئے اذن طلب کیا تھا تو آنحضورؐ نے انہیں اجازت دے دی تھی۔ اس پر اللہ نے نازل فرمایا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ۔ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ وَلَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ

اللہ تم سے درگزر فرمائے، تم نے انہیں کیوں اجازت دی، یہاں تک کہ واضح ہو جاتے تمہارے لئے وہ لوگ جنہوں نے سچائی اختیار کی اور جان لیتے تم جھوٹوں کو۔ تم سے اجازت تو وہی مانگتے ہیں جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور یوم آخرت پر اور شک میں مبتلا ہیں دل اُن کے پس وہ اپنے شبہ میں متردد ہیں۔ اور اگر وہ ارادہ کرتے نکلنے کا تو ضرور تیار کرتے اس کے لئے سامان۔ ولیکن ناپسند کیا اللہ نے ان کا بھیجنا، پس کسلمندی میں مبتلا کر دیا انہیں، اور ان سے کہا گیا بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ۔ اور اگر وہ نکلتے تمہارے ساتھ نہ بڑھاتے تمہارے لئے سوائے فساد

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ	کے اور تمہارے اندر پھوٹ ڈالنے کی دکھاتے شرارتیں)
سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ	تلاش میں ہیں تمہارے لئے فتنہ کی اور تمہارے
بِالظّٰلِمِيْنَ۔ لَقَدِ ابْتَغَوُا	اندر ہیں سننے والے اُن کے لیے اور اللہ
الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا	جانتا ہے ظالموں کو۔ اس سے پہلے بھی چاہا
لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ	انہوں نے فتنہ اور گڑبڑ پیدا کی آپ کیلئے
وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ۔ وَهُمْ	یہاں تک کہ آگیا حق، پس ظاہر ہوئی اللہ کی
كٰرِهُوْنَ۔	بات حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اہل بیت کی نگرانی کے لئے حضرت علی رض کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ مدینہ پر محمد رض بن مسلمہ کو خلیفہ بنایا، اور اہل بیت پر حضرت علی رض کو مقرر فرمایا۔ حضرت علی رض نے عرض کیا "کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر نائب بنا کر چھوڑے جا رہے ہیں؟" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میرے لئے تم ایسے ہو جیسے موسیٰ ؑ کے لئے ہارونؑ، الاّ یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

رسول صلے اللہ علیہ وسلم لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ مجاہدین کی تعداد تیس ہزار تھی۔ رستے میں ایک جگہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی۔ بعض مخالفین نے بکنا شروع کیا کہ محمدؐ کہتے ہیں کہ میں نبی ہوں حالانکہ اپنی سواری تک کی خبر نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: "خدا کی قسم میں کچھ نہیں جانتا سوائے اُس علم کے جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ اللہ نے مجھے اونٹنی کی خبر دی ہے۔ وہ فلانی وادی میں ہے۔ اُس کی مہار ایک درخت میں الجھ کر رہ گئی ہے۔"

روم کے عیسائیوں کو جب اس لشکر کا علم ہوا تو ان پر ایسا رعب طاری ہوا کہ انہوں نے مقابلے کا خیال ہی چھوڑ دیا۔ مجاہدین جب تبوک پہنچے تو وہاں رومی فوج کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم واپس روانہ ہوگئے۔

جب رسول صلے اللہ علیہ وسلم مراجعت فرما ہونے لگے تو یُوحَنّا والیٔ اَیلَہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایلہ بحر قلزم کے ساحل پر شام کی جانب ایک مقام ہے، جہاں حجاز کی سرحد ختم اور شام کی شروع ہوتی ہے۔ والیٔ ایلہ کے ساتھ بلادِ شام کے کچھ اور قبائل (اہل جرباء، اذرح اور مینیاء) کے لوگ بھی تھے۔ انہوں نے صلح کی اور جزیہ ادا کرنے کی پیش کش کی جو کہ قبول کی گئی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک تحریر بھی عطا فرمائی، جس میں اُن کے مال وجان کی امان کا وعدہ کیا گیا تھا۔

اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا کہ آیا واپس لوٹا جائے یا ملک شام کی حدود کے اندر پیش قدمی کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا "اگر آپ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو آپ اللہ کا نام لے کر آگے بڑھیے" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے حکم دے دیا جاتا تو پھر مشورہ کرنے کی حاجت ہی نہ تھی"۔ آخر کار باہمی مشورے سے واپسی کا فیصلہ کیا گیا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم بیس۲۰ روز تبوک کے مقام پر ٹھہرنے کے بعد واپس روانہ ہوئے رستے میں آنحضورؐ نے کئی مقامات پر مساجد تعمیر کیں۔

جب آپ مدینے کے قریب پہنچے تو آپ نے اُن معذورین کے بارے میں جو کسی عذر شرعی کی بنا پر شریک جہاد نہ ہو سکے تھے، فرمایا: "مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم کسی راہ پر نہیں چلے اور تم نے کسی وادی کو طے نہیں کیا، الا یہ کہ وہ تمہارے

ساتھ تھے۔ انہیں عذر نے روک لیا تھا۔"

جب نبی علیہ السلام مدینے میں داخل ہوئے تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا: "کیا آپ مجھے اپنی مدح کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "کہیے، اللہ آپ کے چہرے کو تروتازہ رکھے۔" حضرت عباسؓ نے اس وقت ایک قصیدہ پڑھا جس کے دو شعروں کا ترجمہ ہے:

"جب آپ تولد ہوئے تو زمین جگمگا اٹھی اور آپ کے نور سے افق روشن ہو گیا۔
ہم اسی روشنی میں راہ ہدایت پر گام زن ہیں۔"

دیگر واقعات

اہل ثقیف اور اہل طائف اسی سال ایمان لائے۔ عبداللہ بن اُبیّ بن ابی سَلُول رئیس المنافقین اسی سال فوت ہوا، اور مسلمانوں نے اُس کے شر سے نجات پائی۔ رسول کریم علیہ التسلیم کی صاحبزادی ام کُلثُومؓ (زوجۂ حضرت عثمانؓ) کا اسی سال انتقال ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ کی قیادت میں حج

اسی سال ذی القعدہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ سالارِ حج بن کر جائیں اور قربانی کے دن اعلان عام کر دیں کہ "آئندہ کوئی مشرک حج نہیں کرنے پائے گا اور کوئی بیت اللہ کا ننگا طواف نہ کرے گا۔" جب حضرت ابوبکرؓ روانہ ہو چکے تو سورۂ براءۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا اپنا آدمی جا کر ان آیات کا بھی اعلان کرے گا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو وہ آیات پڑھا کر روانہ فرمایا۔ ان آیات میں مشرکین کو صرف چار ماہ کی مہلت دی گئی اور بتا دیا گیا کہ اس کے بعد مسلمان اُن کے خلاف کارروائی کرنے میں آزاد ہوں گے۔ البتہ وہ مشرک جنہوں نے معاہدہ

کیا ہے اور اُس کی خلاف ورزی بھی نہیں کی، اُن سے معاہدہ اپنی مدت تک قائم رہے گا
قرآن میں نازل ہوا :

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا۔	مشرکین تو ناپاک ہیں پس وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں، اس سال کے بعد۔

اس سال کے بعد کسی مشرک نے حج نہیں کیا۔ اس سفر حج میں حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔

ہجرت کا دسواں سال

یمن کی جانب فوج کشی

سنہ ۱۰ ھ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب کو تین سو سواروں کے ساتھ یمن کے قبیلہ بنی مذحج کی جانب روانہ فرمایا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے جھنڈا درست کیا اور حضرت علی رض کے سر پر عمامہ باندھا اور فرمایا "جاؤ۔ جب اُن کی بستی میں پہنچو تو انہیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ مان جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔ اُن سے کسی شئے کا مطالبہ نہ کرنا۔ اگر ایک آدمی بھی تمہارے ذریعے سے ہدایت پا جائے تو یہ روئے زمین سے بہتر ہے۔ جب تک وہ تمہارے ساتھ لڑائی نہ کریں۔ تم ان سے نہ لڑنا۔ جب تمہارے سامنے دو فریق مقدمہ لے کر آئیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ دینا جب تک دونوں کی نہ سن لو۔"

حضرت علی رض روانہ ہو گئے اور ان کی آبادی میں جا پہنچے۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر تیر برسانے لگے۔ مسلمانوں نے اُن پر حملہ کیا۔ ان میں سے بیس قتل ہوئے اور بقیہ بھاگ نکلے۔ اُس وقت تو اُن کا تعاقب نہ کیا گیا۔ مگر پھر ان کے پاس جا کر دوبارہ حضرت علی رض نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے، اور اُن کے سرداروں نے حضرت علی رض کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت علی رض سے مطالبہ کیا کہ اُن کے مالوں سے زکوٰۃ بھی لی جائے۔ اس کے بعد

حضرت علیؓ واپس ہوئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے لئے دو صحابیوں کو مبلغ اور معلّم بنا کر بھیجا۔ حضرت معاذؓ بن جبل کو عدن کی جانب بالائی یمن کی تعلیم و تربیت کے لئے بھیجا گیا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کو یمن کے زیریں حصّے کا معلم بنا کر بھیجا گیا۔ ان دونوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی: "لوگوں سے نرمی اختیار کرو سختی نہ کرو۔ خوش آئند بات کہو۔ متنفر مت کرو"۔ معاذ سے آپ نے فرمایا: تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے۔ جب اُن سے ملو تو انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ مان جائیں تو انہیں بتاؤ کہ خدا نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر اسے بھی مان جائیں تو انہیں بتاؤ کہ اُن پر زکوٰۃ فرض ہے جو اُن کے غنی لوگوں سے لی جائے گی اور اُن کے محتاجوں پر لوٹا دی جائے گی۔ اگر وہ اسے بھی مان جائیں تو پھر اُن کے قیمتی اور عمدہ مالوں پر دست درازی مت کرو اور مظلوم کی بد دعا سے ڈرو، کیونکہ اُس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں"۔

دونوں اصحاب اپنے اپنے علاقوں میں پہنچ گئے۔ حضرت معاذ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت تک یمن ہی میں تھے۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حجۃ الوداع

ہجرت کے دسویں سال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کا قصد کیا جو آپ کا آخری

حج ہے اور حجۃ الوداع، حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام کے نام سے مشہور ہے۔ اس کیلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہفتے کے روز مدینے سے روانہ ہوئے۔ جبکہ ذی القعدہ کے پانچ دن باقی تھے۔ مکہ پہنچ کر ذوالحجہ کی آٹھویں کو آپ منیٰ تشریف لے گئے اور رات وہیں بسر کی۔ نویں کو عَرَفَہ کا رُخ فرمایا اور میدان عرفہ میں آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو خطبۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے اس خطاب میں دین کے اہم ترین اصول و فروع بیان فرمائے۔ اسی دن یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور پسند کر لیا تمہارے لئے دین اسلام کو۔

البخاری میں مذکور ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ پڑھتے ہیں۔ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اُس کے یوم نزول کو عید بنا لیتے۔" آپ نے پوچھا "کونسی آیت"۔ یہودی نے یہ آیت پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "ہمیں معلوم ہے وہ دن اور وہ جگہ جہاں یہ آیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتری تھی۔ وہ جمعہ کا دن تھا، حجۃ الوداع کا موقع تھا، جب کہ آنحضورؐ عرفہ میں قیام فرما تھے۔"

حج سے فراغت کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینے تشریف لے آئے۔

وفود عرب

جب اسلام کا اقتدار غالب ہو گیا، دین کا آفتاب اپنے عروج پر پہنچ گیا، اور خواص و عوام پر اس کی حقیقت واضح ہو گئی تو بوڑھے بچے اور نوجوان جوق در جوق اور فوج

در فوج اسلام قبول کرنے کے لئے لپکے۔ دور دراز کے علاقوں سے لوگوں نے رخت سفر باندھا اور سوار اور پیادہ پا بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے شروع ہو گئے۔ مدنی عہد کے آخری دو سالوں میں قبائل عرب کے وفود کثرت سے آنے لگے، اور پورا ملک پوری خوشدلی اور شرح صدر کے ساتھ اسلام سے بغلگیر ہو گیا۔

بنو حنیفہ کے قبیلے میں اگرچہ مُسَیلمہ کذّاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا، لیکن اس قبیلے کے بھی بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

وفات ابراہیم رضؓ

اسی سال نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے ابراہیم نے کم سنی کے عالم میں وفات پائی۔

سنہ ۱۰ھ کے اختتام پر مدنی عہد کے دس سالوں میں سے صرف دو ماہ اور گیارہ دن کم تھے۔

ہجرت کا گیارھواں سال

جیشِ اُسامہؓ اور مرضِ رسولؐ

سلہ ھ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ بن حارثہ کی سرکردگی میں ایک جیش مرتب فرمایا۔ اس لشکر کے بارے میں یہ طے ہوا تھا کہ اسے اُبنیٰ کی جانب روانہ کیا جائے۔ یہ مُوتہ کے قریب علاقہ بَلقاء کا ایک حِصہ تھا اور یہیں زید رضؓ بن حارثہ شہید ہوئے تھے۔ اس سریّے میں مہاجرین اور انصار کے کبارِ صحابہ (مثلاً حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر رضؓ، حضرت ابو عُبیدہؓ اور حضرت سَعدؓ) شامل تھے۔ اور حضرت اُسامہؓ اُس وقت ایک نوجوان تھے، جن کی عمر سترہ برس سے متجاوز نہ تھی۔ یہ سریّہ حیات نبویؐ میں اِتمام کو نہ پہنچ سکا، کیونکہ اُنہی ایام میں رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مزاج مبارک ناساز ہوگیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف بڑھتی چلی گئی۔ آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ آپ کسی ایک ہی گھر میں آرام فرمائیں، کیونکہ مرض کی حالت میں باری باری سے سب گھروں میں جانا باعث زحمت تھا۔ سب نے اجازت دے دی کہ آنحضورؐ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں قیام فرمائیں۔

مرض کی حالت میں خطبہ

جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے مسجد میں آکر نماز پڑھنا دشوار ہوگیا۔

توآپ نے فرمایا " ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں "۔ اس کے بعد آپ حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ کے کندھوں کا سہارا لیئے ہوئے گھر سے نکل پڑے۔ حضرت عباسؓ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ کے سر میں درد تھا اور پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ آپ مسجد نبوی میں جاکر منبر کے نچلے زینے پر تشریف فرما ہو گئے، صحابہ کرام نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ اس کے بعد فرمایا:

" مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبیؐ کی موت سے ڈرتے ہو۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی اللہ کا بھیجا ہوا نبی ہمیشہ اس دنیا میں رہا ہے، کہ میں رہوں؟ دیکھو! میں بھی اپنے رب کے پاس جانے والا ہوں، اور تم بھی جانے والے ہو۔ میں تمہیں مہاجرین اولین کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں۔ میں مہاجرین کو بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ آپس میں بھی حسن سلوک رکھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ	زمانے کی قسم، انسان یقیناً گھاٹے میں ہے۔
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔	عمل کیا، اور حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی

تمام امور اللہ کے اذن کے مطابق سرانجام پاتے ہیں۔ اگر کسی بات کے سرانجام پانے میں دیر محسوس ہو تو جلدی مت مچاؤ۔ کسی کے جلدی مچانے کی وجہ سے اللہ جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔ جو اللہ کے بالمقابل غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے اللہ اُس پہ غالب آجاتا ہے۔ جو اللہ سے دھوکا کرے خود دھوکے میں مبتلا ہوتا ہے " کیا تم ایسا کرنے والے تو نہیں کہ تمہیں اقتدار نصیب ہو تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتہ داروں

سے بدسلوکی کرو؟" میں تمہیں انصار کے معاملے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ یہی لوگ ہیں جو تم سے پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کے لئے جگہ دی۔ ان لوگوں سے حسن سلوک کرو۔ کیا ان لوگوں نے اپنے پھلوں میں تمہیں برابر کا شریک نہیں کیا تھا؟ کیا ان لوگوں نے اپنے گھروں میں تمہارے لئے وسعت پیدا نہیں کی تھی؟ کیا ان لوگوں نے تمہیں اپنے آپ پر ترجیح نہیں دی تھی، حالانکہ یہ لوگ خود ضرورت مند تھے۔ تم میں سے جو بھی امیر بنے اور دو آدمیوں کے درمیان بھی فیصلہ کرے، اُسے چاہیئے کہ انصار کے اچھے آدمیوں کی بات کو قبول کرے اور بُرے سے درگزر کرے۔ ان کے مقابلے میں استبداد اور خود غرضی سے کام نہ لو۔ میں تمہارے لئے میر منزل ہوں اور آگے جاکر تمہاری پذیرائی کا سامان کروں گا۔ تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ تمہاری میری جائے ملاقات "حوض" ہے۔ جو چاہتا ہے کہ مجھے وہاں ملے وہ اپنے ہاتھ اور زبان کو روک کر رکھے، سوائے ان مواقع کے کہ جہاں ناگزیر ہو۔"

وصالِ نبوی ﷺ

اتوار کے روز درد کی تکلیف شدت اختیار کر گئی۔ بارہ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا جبکہ ہمارے آقا و مولیٰ، رسول خدا، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اِس دارالفنا سے رحلت فرما کر دارالبقاء کی جانب تشریف لے گئے۔ آپ نے آخر کار اس زوال پذیر دنیا سے منہ موڑلیا، اور اپنے لئے رفیق اعلیٰ کو پسند فرمالیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

اللہ نے رسالت کی جو امانت آپ کے سپرد فرمائی تھی آپ نے اس کا پُورا پُورا حق ادا کر دیا۔ آپ نے لوگوں کو خدائے عظیم اور صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دی۔ آپ

نے اس کارِ دعوت میں بے شمار مشقتیں اور گوناگوں زحمتیں برداشت کیں۔ آپ نے اس رستے میں کئی دشوار گزار گھاٹیوں، طوفان خیز سمندروں اور ہلاکت آمیز بیابانوں کو طے فرمایا۔ آپ کے پائے استقامت میں کبھی لغزش پیدا نہ ہوئی، اور شدتِ مشقت سے آپ کے عزم و ہمت میں کبھی ضعف رونما نہ ہوا۔ آپ ان آزمائشوں اور مصیبتوں کے سامنے پہاڑ بن کر جمے رہے، حتیٰ کہ حق کی سطوت نے باطل کو پچھاڑ دیا، اسلام کی قوت نے کفر کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیا، اور مشعلِ دین کی شعاعوں نے کفر و شرک کی تاریکیوں کو زائل کر دیا۔

جب آپ نے اس دارِ فانی سے نقلِ مکانی فرمایا تو اہل دنیا آپ کی تعریف اور شکر گزاری میں رطب اللسان تھے۔ کیونکہ آپ کی ذات اقدس ہی وہ ذریعہ تھی جس کی مدد سے دنیا نے کفر و ضلالت، فسق و فجور اور فساد اخلاق سے نجات پائی۔ آپ ہی کے وسیلے سے عقائد و افکار روشن ہوئے، پاکیزہ تہذیب و تمدن وجود میں آئے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے راستے ہموار ہوئے۔ اس بیان میں کوئی غلطی یا مبالغہ نہیں اور نہ کوئی حق پرست اس سے انکار کر سکتا ہے۔

خطبۂ ابی بکرؓ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت حضرت ابوبکرؓ مدینے کے نواح میں بنو حارث بن خزرج کے محلے سُنح میں تشریف لے گئے تھے۔ وصال نبویؐ کی اندوہناک جانگسل اور روح فرسا خبر جب مدینے میں پھیلی تو صحابہ کرام دہشت زدہ اور حواس باختہ سے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے تلوار سونت کر کہا: "خبردار! جو کوئی یہ کہنے پائے کہ رسول اللہؐ انتقال فرما گئے ہیں۔ آپ کو تو اس طرح بلا یا گیا ہے جس طرح حضرت موسیٰؑ کو چالیس

روز کے لئے طور پر بلایا گیا تھا۔

جب حضرت ابوبکرؓ واپس آئے اور انہیں خبر دی گئی تو آپ گئے حضرت عائشہ کے حجرے میں داخل ہوئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر سے کپڑا سرکایا، اسے چوما اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر آپ باہر نکلے، اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: "سنو! جو محمدؐ کی بندگی کرتا تھا، تو محمدؐ تو وفات پا گئے اور جو اللہ کی بندگی کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے، اس کے لئے موت نہیں"۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ

تمہیں بھی مرنا ہے اور انہیں بھی مرنا ہے۔ اور نہیں محمدؐ مگر رسول گزر چکے ہیں اُن سے پہلے رسول۔ اگر مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنے پاؤں پر الٹے پھر جاؤ گے؟ اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر یگا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا اور بدلہ دیگا جلد اللہ شکر کرنے والوں کو۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا گویا کہ میں نے یہ آیت پہلے کبھی پڑھی ہی نہ تھی۔

تکفین وتدفین

آپ کا جانشین منتخب ہو جانے اور مسلمانوں کے دعائے جنازہ پڑھ چکنے کے بعد تدفین ہوئی۔ آپ کے جسمِ اطہر کو غسل دے کر قمیص اور عمامہ کے بغیر تین

کپڑوں میں کفنایا گیا۔ جب تجہیز و تکفین مکمل ہو چکی تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو حضرت عائشہ کے حجرے ہی میں تخت پر رکھ دیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ہی مرتبہ جماعت کے ساتھ نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی، بلکہ مسلمان جیسے جیسے خبر سن کر آتے گئے، باری باری منفرد دعائے جنازہ پڑھتے رہے۔ پہلے مردوں نے، پھر عورتوں نے اور پھر بچوں نے جنازہ پڑھا۔ پھر جس مقام پر آپ نے رحلت فرمائی تھی وہیں لحد کھودی گئی اور بدھ کی نصف شب کو آپ کی تدفین ہوئی۔ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ، آپ کے دو صاحبزادے اور قثم آپ کے غسل اور تکفین و تدفین میں شامل رہے۔ حضرت بلالؓ نے آپ کے مزار پر پانی چھڑکا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کو سطح زمین سے ایک بالشت بھر اونچا رکھا گیا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب اس دار فانی سے رخصت ہوئے ہیں تو آپ نے مسلمانوں کے لئے دو چیزیں اپنے پیچھے چھوڑیں۔ جب تک وہ انہیں مضبوطی سے تھامے رہیں گے اُن کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ ایک کتاب اللہ جس میں باطل کا آگے یا پیچھے کہیں سے گزر نہیں، دوسرے احادیث صحیحہ جو احکام و قوانین کا ماخذ ہیں، اور کتاب اللہ کے مقاصد کی توضیح و تشریح کرتی ہیں۔

رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایام مرض میں ایک تحریر لکھوانے کا ارادہ بھی کیا تھا صحیح البخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ "جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درد شدت اختیار کر گیا تو آپ نے فرمایا" لاؤ میں ایک نوشتہ لکھوا دوں کہ تم بعد میں گمراہ نہ ہو جاؤ۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درد کی سخت تکلیف ہے، تمہارے پاس قرآن ہے اور یہ کافی ہے۔" اس پر اختلاف ہوا اور شور و غل بلند

ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ میرے نزدیک جھگڑا مناسب نہیں۔"

عمر مبارک

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک تریسٹھ ۶۳ برس تھی۔ چالیس ۴۰ سال بعثت سے قبل بسر ہوئے اور اس کے بعد مکے میں تیرہ ۱۳ برس اور مدینے میں دس ۱۰ برس گزرے۔ پیر کے روز آپ کی ولادت ہوئی، پیر ہی کے روز ہجرت ہوئی اور پیر ہی کے روز رحلت ہوئی۔

اے اللہ! آنحضورؐ اور آپ کے آل و اصحاب پر اپنے انعام و برکات نازل فرما ہمیں حوض کوثر پر آپ سے ملاقات نصیب کر اور جنت میں آپ کی بارگاہ میں باریابی کا شرف عطا فرما آمین!

اے اللہ! ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل فرمایا اور تجھ سے دعا مانگتے ہیں، کہ تو ملت محمدیہ پر قائم رہتے ہوئے ہمارا خاتمہ کر۔

اے اللہ! ہمیں اُس عمل کی توفیق عطا کر جو تیری شریعت کے مطابق ہو، ہمیں اپنی ہدایت کے رستے پر چلا، اور دنیا و آخرت میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔

آمین!

خلافت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحلت سے قبل صراحت کے ساتھ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا[1]۔ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں حضرت علی رضؓ آنحضور کے پاس سے اُٹھ کر باہر گئے تو لوگوں نے پوچھا" اے ابوالحسن، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک کیسا ہے؟" حضرت علی رضؓ نے کہا" الحمد للہ، رو بصحت ہیں"۔ حضرت عباس رضؓ نے حضرت علی رضؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا" واللہ تو تین روز کے بعد کسی دوسرے امیر کا مطیع ہوگا"۔ خدا کی قسم، میں دیکھ رہا ہوں کہ آنحضرتؐ کو اب افاقہ نہیں ہوگا۔ میں بنو عبدالمطلب کے آخری وقت کے چہرے کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ آئیے، رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر دریافت کریں کہ اب امارت کسے ملے گی۔ اگر وہ ہمارے خاندان میں ہوگی تو ہمیں معلوم ہو جائیگا اور اگر دوسروں میں ہوگی تب بھی ہمیں اس کا علم ہو جائے گا"۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا "خدا کی قسم، اگر ہم نے یہ بات نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھی اور آپ نے ہمارے بارے میں اس کی نفی فرما دی تو پھر لوگ کبھی بھی یہ منصب ہمارے سپرد نہیں کریں گے۔ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال نہیں کروں گا"۔

خلیفہ اوّل

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد صحابہ کرام میں مسئلہ خلافت کے بارے میں اختلاف

---

[1] شیعہ حضرات اسکے قائل ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو اپنا جانشین اور وصی مقرر فرمایا تھا۔

پیدا ہوا۔ انصار نے مہاجرین کے بالمقابل اپنے لئے خلافت کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر بات کرنی چاہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا "ذرا ٹھہریئے!" اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد یہ تقریر فرمائی:

"حضرات، ہم مہاجرین سب سے پہلے اسلام لائے، حسب و نسب کے اعتبار سے ہم سب سے افضل ہیں، ہمارا گھرانا سب سے اعلیٰ و اشرف ہے، عزت و وجاہت میں ہم سب سے بڑھ کر ہیں، آل اولاد کے لحاظ سے ہم سب عربوں پر فوقیت رکھتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری بھی ہمیں کو حاصل ہے۔ قرآن میں ہمارا ذکر سب سے پہلے کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا" وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ" (اور سبقت کرنے والے سب سے پہلے مہاجرین میں سے اور انصار میں سے جنہوں نے ان کی پیروی کی اچھے طریقے سے)۔ پھر ہم مہاجرین ہیں اور تم انصار ہو۔ تم دین میں ہمارے بھائی ہو، مال غنیمت میں ہمارے شریک ہو، دشمن کے مقابلے میں ہمارے مددگار ہو، تم نے ہمیں جگہ دی اور ہمارے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا رویہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جزائے خیر دے۔ ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔ عرب لوگ اس قبیلۂ قریش کے سوا کسی اور کی ماتحتی قبول نہیں کریں گے۔ پس اپنے مہاجر بھائیوں کو اللہ نے جو فضیلت عطا فرمائی ہے اُس پر حسد نہ کرو۔"

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: "آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں"۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہاتھ بڑھایا، حضرت عمرؓ نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور اسکے بعد تمام لوگوں نے بیعت کی۔ اس طرح حضرت ابو بکرؓ مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔

متفرق حالات

اولادِ نبویؐ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تینؔ صاحبزادے تولد ہوئے۔ سب سے پہلے قاسم تھے جو بعثت سے قبل پیدا ہوئے اور دو سال زندہ رہے۔ انہی کے نام سے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی کُنیَت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ دوسرے صاحبزادے ابراہیم تھے جو اپنی ولادت کے بعد فقط ستر یوم زندہ رہے۔ تیسرے صاحبزادے کا نام عبداللہ تھا طیبؔ اور طاہر انہی کا لقب تھا۔ یہ بھی صغر سنی میں فوت ہو گئے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ سب سے بڑی زینبؓ تھیں۔ یہ بعثت سے پہلے پیدا ہوئیں، اور بعثت کے بعد اسلام لائیں۔ ان کی شادی اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص سے ہوئی تھی۔ حضرت زینبؓ کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے خاوند بھی مسلمان ہو گئے۔ دوسری صاحبزادی رُقَیہؓ تھیں۔ ان کی شادی حضرت عثمانؓ سے ہوئی تیسری صاحبزادی حضرت امّ کلثوم تھیں۔ حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد ان کی شادی بھی حضرت عثمان رضؓ سے ہوئی۔ چوتھی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ بتول تھیں۔ یہ حضرت علی رضؓ کی زوجیت میں آئیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد (سوائے ابراہیم کے) حضرت خدیجہ رضؓ بنت خُوَیلَد کے بطن سے ہوئی۔ ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ اور ابراہیم کے ماسوا جملہ اولادنبوی بعثت سے قبل تولد ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ بھی ایک قول کے مطابق تو نبوت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ لیکن یہ قول قابل قبول نہیں۔ صحیح تر روایات کے مطابق نبوت کے عطا ہونے کے ایک سال بعد حضرت فاطمہؓ کی ولادت ہوئی ہے۔ ابراہیم کی پیدائش آٹھ سن ہجری ۸ھ میں ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ کے سوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد آنحضورؐ کی حیات طیبہ ہی میں وفات پا گئی۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال وصالِ نبوی کے چھ ماہ بعد ہوا۔

ازواجِ مطہرات

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے مگر قابل اعتماد احادیث کے مطابق ان کی جملہ تعداد گیارہ ہے۔ ان میں ۶ چھ قریش میں سے تھیں اُن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

حضرت خدیجہ بنت خویلد جو بعثت کے دسویں سال فوت ہوئیں اور جن کی زندگی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔

۲ حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ صدیقؓ جو امیر معاویہؓ کے عہد میں (۵۸ھ میں) فوت ہوئیں۔

۳ حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ جن کا ۴۵ھ میں انتقال ہوا۔

۴ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ جو اپنے بھائی معاویہؓ کے زمانے (۴۴ھ) میں فوت ہوئیں۔

۵ حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہؓ۔ آپ بھی امیر معاویہؓ کے عہد میں ۵۹ھ میں فوت

ہوئیں۔

حضرت سودہؓ بنت زمعہ۔ آپ کا انتقال بھی مدینہ میں ۵۴ھ میں ہوا۔

چار ازواج مطہرات عرب کے غیر قریشی خاندانوں میں سے تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

حضرت زینبؓ بنت جحش۔ آپ بنو اسد بن خزیمہ میں سے تھیں اور ۲۰ھ میں حضرت عمرؓ کے ایام خلافت کے دوران مدینے میں آپ نے وفات پائی۔

میمونہؓ بنت حارث ھلالیہ۔ آپ کا انتقال حضرت معاویہؓ کے عہد میں ۵۱ھ میں ہوا۔

زینبؓ بنت خزیمہ ھلالیہ۔ آپ کا لقب اُمّ المساکین مشہور تھا۔ آپ ۴ھ میں فوت ہوئیں۔

جویریہؓ بنت حارث۔ آپ بنو مصطلق میں سے تھیں۔ آپ کا انتقال ۵۵ھ میں بعہد معاویہؓ ہوا۔

رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجۂ محترمہ بنی اسرائیل کے قبیلۂ بنو نضیر میں سے تھیں۔ ان کا اسم گرامی حضرت صفیہؓ بنت حُیَیّ بن اخطب ہے۔ آپ امیر معاویہؓ کی خلافت میں ۵۰ھ میں فوت ہوئیں۔

ان گیارہ ازواج مطہرات کے علاوہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض کنیزیں بھی تھیں جن میں سے دو کے نام صراحت کے ساتھ مذکور ہیں۔ ایک ریحانہ اور دوسری ماریہ قبطیہ جو ابراہیم کی والدہ ہیں، اور جنہیں مُقوقِس والی اسکندریہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ان کا انتقال ۱۶ھ میں عہد فاروقی میں ہوا۔

اعمام رسولؐ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دس۱ چچا تھے۔ ابوطالب۱ ۔ زبیر۲ ۔ حمزہ۳ رض ۔ مقوّم۴ ۔ ابوالفضل عباس رض (یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں) ضرار۵ ۔ حارث۶ ۔ قثم۷ ۔ ابولھب۸ (عبد العزّٰی) ۔ غیداق۹ ۔ ان میں سے صرف حضرت حمزہ رض اور حضرت عباس رض ایمان لائے ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابوطالب بھی مسلمان ہو گئے تھے ۔ یہ سب عبد المطلب کے بیٹے ہیں ۔ حضرت حمزہ رض انسٹھ کی عمر میں جنگ اُحد میں شہید ہوئے ۔

عماتِ رسولؐ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں چھ تھیں ۔

حضرت۱ صفیہ رض (جو حضرت زبیر بن عوام کی والدہ ہیں) ۔ عاتکہ۲ ۔ بیضاء۳ (ام حکیم) بُرّہ۴ ۔ اُمیمہ۵ ۔ اَروٰی۶ ۔ ان میں سے حضرت صفیہ رض کا اسلام متفق علیہ ہے ، عاتکہ اروی کے بارے میں اختلاف ہے ۔

آنحضورؐ کی رضاعی والدہ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں کا نام حلیمہ بنت ابی ذُوَیب سعدیہ ہے ۔ ان کے خاوند ابوکبشہ تھے ۔ ابولھب کی ایک لونڈی ثُوَیبَہ نے بھی کچھ عرصہ آنحضرتؐ کو دودھ پلایا ہے ، اس نے آکر ابولھب کو ولادت نبوی کی بشارت دی تھی اور اس کے عوض میں ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی والدین کا اسلام لانا بھی مختلف فیہ ہے ۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ اُمّ ایمن رض بچپنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلائی رہی ہیں ۔

ھیئت مبارکہ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نہایت خوش منظر تھی، اور اللہ نے آپ کو غایت درجہ موزوں قدو قامت عطا فرمایا تھا۔ آپ کا چہرۂ مبارک روشن اور نورانی تھا جس سے وقار، ھیبت اور وجاہت مترشح ہوتی تھی۔ جسم کا رنگ سپید تھا۔ سر بڑا، پیشانی کشادہ اور درخشاں تھی۔ آنکھیں بڑی، کھلی اور روشن تھیں۔ ناک گول تھی، رخسار ملائم و متوازن تھے ریش مبارک گنجان تھی۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں موٹی تھیں۔ بازو بڑے اور گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ سینہ وسیع اور شانے کھلے تھے۔ قد پستی کے بجائے طوالت کی جانب مائل تھا، گو زیادہ لانبا نہ تھا۔

آپ کے سر کے بال نہ تو چھوٹے، موٹے اور گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بہت زیادہ دراز اور باریک تھے۔ ان کی لمبائی بالعموم کانوں اور شانوں کے مابین یا پھر کانوں کے وسط تک رہی ہے۔ بالوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے یا کنگھی سے سنوار لیا کرتے تھے۔ اور وسط سے سیدھی مانگ نکالا کرتے تھے۔ آپ نے سر صرف حج یا عمرہ کے موقع پر منڈایا ہے۔ آنحضور کے موئے مبارک سیاہ تھے البتہ عمر کے آخری دور میں سر اور ڈاڑھی کے چند بال (بیس[۲] کے قریب) سفید ہوگئے تھے۔

آپؐ کی آواز بہت بلند اور خوش آئند تھی، اور دور دور تک سنائی دیتی تھی۔

آپ نے قہقہہ کبھی نہیں لگایا اور نہ کبھی ہنسی میں آواز نکلی ہے۔ آپ بالعموم متبسم رہتے تھے، جس میں صرف سامنے کے چند دانت کھلتے تھے۔ آپ کی رفتار میں نرمی اور بے ساختہ پن تھا۔ لیکن آپ کا پورا قدم زمین پر اس مضبوطی کے ساتھ پڑتا تھا، گویا کہ آپ کسی نشیب

میں اتر رہے ہیں۔

آپ کو اگر دائیں بائیں دیکھنا ہوتا تھا تو آپ صرف کنکھیوں سے نہیں دیکھتے تھے، بلکہ پورے جسم مبارک کو جنبش دے کر متوجہ ہوتے تھے۔ آپ کا جسم اور لباس صاف ستھرا رہتا تھا اور خوشبو لگائے بغیر بھی اس سے ایک مہک سی نکلتی تھی جو مشامِ جان کو معطّر کر دیتی تھی۔

آنحضورؐ کو انگڑائی یا جمائی لیتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

شمائل و اخلاق نبویؐ

رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس جس طرح اپنی صورت اور اپنے ظاہر کے لحاظ سے تمام انسانوں سے ممتاز تھی، اسی طرح اپنی سیرت اور اپنے باطن کے لحاظ سے بھی سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ آپ بلند ترین اخلاق اور اعلیٰ ترین عقل و فراست کے مالک تھے۔ عوام الناس اور بالخصوص فقراء سے آپ انتہائی محبت و شفقت رکھتے تھے۔ آپ کسی مجلس میں جاتے تھے تو آخر میں جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتے تھے اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے ہر شخص کا جی یہی چاہتا تھا کہ اُسے ہمیشہ آپ کی ہم نشینی کا شرف حاصل رہے۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ بیٹھے رہیں اور صحابہ کرام آپ کے حضور میں کھڑے رہیں کیونکہ صحابہ کرام کو معلوم تھا کہ یہ بات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہے۔ اپنے کسی ذاتی معاملے میں آپ کو کبھی غصہ نہیں آتا، اور نہ کبھی آپ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام لیا۔ لیکن جہاں اللہ کے حلال و حرام کا سوال سامنے ہوتا تھا۔ وہاں آپ غضبناک ہو جاتے تھے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ "نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کی خاطر کسی ظلم

کا بدلہ نہیں لیا، البتہ محارم اللہ کے معاملے میں آپ ضرور ظالم کو اُس کے فعل کا مزہ چکھاتے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو کبھی بھی نہیں مارا۔ سوائے اس کے کہ جہاد کے موقع پر آپ نے ایک آدھ مرتبہ ضرب لگائی ہے۔ آپ نے اپنے نوکر کو یا اپنی ازواج میں سے کسی کو بدنی سزا نہیں دی "۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انسؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ" نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بدکلامی و دشنام طرازی یا لعن طعن کا کبھی صدور نہیں ہوا۔ اگر آپ ہم میں سے کسی سے خفا ہوتے تھے تو بصیغہ غائب فرماتے تھے "! اسے کیا ہو گیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو"!

باوجودیکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور منصب اللہ کے ہاں بہت بلند تھا، اور اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کر دی تھیں۔ آپ پر خدا کا خوف ہمیشہ طاری رہتا تھا۔

اللہ نے آپ کے اندر شجاعت، سخاوت، شرافت اور دیگر اخلاق فاضلہ و اوصاف عالیہ کو بدرجۂ اتم ودیعت کر دیا تھا۔ آپ کا اخلاق قرآن کی ایک مجسم تصویر تھی۔ جس طرح قلم و زبان قرآن مجید کی صفت سے عاجز ہیں۔ اسی طرح وہ آنحضورؐ کی صفت سے بھی عاجز ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اور آپ پیٹ بھر کر کھانے سے منع بھی فرماتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ بسیار خوری انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے، امراض پیدا کرتی ہے، معدے کو بوجھل بناتی ہے اور معدہ ہی تمام بیماریوں کا گھر ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے برا برتن جسے آدمی پر کرتا ہے وہ پیٹ ہے۔ آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اُس کی توانائی کو بحال رکھ

سکیں۔ ایک تہائی حصہ معدے کا کھانے کیلئے رکھنا چاہیئے، ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی اپنے لئے خالی رکھنا چاہیئے۔

جو ماحضر آپ کے سامنے آتا تھا، آپ اُسے رد نہیں فرماتے تھے اور جو کچھ یسر نہ ہوتا تھا، اُس کے لئے تردد نہیں فرماتے تھے۔ پاکیزہ اشیاء میں سے جو بھی آپ کے حضور میں پیش کی جاتی تھی، آپ اُسے تناول فرماتے تھے اور اگر کوئی چیز خلاف طبع ہوتی تھی تو آپ چھوڑ دیتے تھے مگر اُسے حرام نہیں قرار دیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی کھانے کی تنقیص و تحقیر نہیں کی۔ اگر پسند خاطر ہوتا تو کھا لیتے ورنہ خاموشی سے ترک کر دیتے تھے۔ جب کھانے کو مل جاتا تھا تو آنحضور ص شکر کے ساتھ کھا لیتے تھے، نہیں ملتا تھا تو صبر سے کام لیتے تھے۔ کھانے یا پینے سے قبل آپ اللہ کا نام لیتے تھے، اور فارغ ہو کر اللہ کی حمد کرتے تھے۔ جب مجلس میں بیٹھے ہوئے متعدد لوگوں کو کوئی مشروب پلانا مقصود ہوتا تھا تو آپ دائیں جانب سے شروع کرتے تھے۔

معجزات نبوی ص

معجزہ سے مراد ایسا واقعہ ہے جو عالم اسباب میں عام طور پر اور عام حالات میں ظہور پذیر نہ ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے معجزات کو اپنے انبیاء کے ذریعے سے ظاہر فرماتا ہے تاکہ اُن کی تائید ہو۔ معجزہ مادی اور حسی بھی ہوتا ہے۔ اور غیر مادی اور معنوی بھی۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے معنوی معجزات آپ کے وہ اخلاق فاضلہ اور خصائص عالیہ ہیں، جن میں آپ معروف و ممتاز ہیں۔ عقلِ سلیم اور فہم وبصیرت رکھنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ خصائل و شمائل کا انکار کر سکے

لیکن جو لوگ معرفت اور ادراک کے اُس رُتبے پر فائز نہیں ہوتے کہ وہ نبوت کی معنویت کو پہچان سکیں، اُن کے لئے حسی معجزات کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں قسم کے معجزات عطا کئے گئے۔ آپ کے معنوی معجزات کا ذکر تو ایک حد تک اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ اب یہاں مادی معجزات کا بھی مختصر بیان ہوگا۔

ان میں سے ایک معجزہ شق القمر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کا اشارہ کیا تھا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ اس معجزے کا ذکر قرآن میں موجود ہے[1]

ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک سفر میں پانی میسر نہ تھا اور صحابہ کرام سخت پیاس میں مبتلا تھے۔ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں رکھا اور آپ کی انگلیوں سے پانی کے سوتے ابل پڑے اور تمام صحابہ اس سے سیراب ہوئے۔

---

[1] مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں پر ایک حاشیہ میں ایک کتاب "باکورۃ الکلام علی حقوق المرأۃ فی الاسلام" کے حوالے سے لکھا ہے کہ چین میں ایک عمارت ایسی ملی ہے جس پر اس کا سن تعمیر درج کرنے کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس سال چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا ہے۔ حساب لگانے سے معلوم ہوا ہے کہ یہ سال حیات نبوی کا ایک سال بنتا ہے۔ اسی طرح جنوبی ہند کی تواریخ میں ایک راجے کا ذکر آتا ہے، جس نے شق القمر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بعد میں جب اُسے عرب کے مسلمان تاجروں سے اس معجزے کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا۔

اسی طرح تکثیر طعام کا معجزہ ہے جو سفر میں بھی اور قیام میں بھی ظاہر ہوا۔ اسی طرح صحیحین کی روایت ہے کہ غزوۂ خیبر میں حضرت علی رض کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آنحضورؐ نے لعاب مبارک لگایا اور دعا فرمائی اور حضرت علیؓ کا آشوب چشم ایسا ٹھیک ہوا گویا کہ انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

سب سے بڑا معجزہ جو اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا وہ قرآن مجید ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے جس میں کسی جانب سے بھی باطل کی دراندازی نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ کلام ہے، جس کے سامنے فصحاء کی زبانیں گنگ ہو گئیں، اہل بلاغت کو جس نے ساکت کر دیا، اہل فلسفہ جسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور مُدعیانِ علم و حکمت نے جس کے آگے سپر ڈال دی۔ یہ وہ کتاب ہے جسے سن کر عرب کے شعراء اور خطباء نے اپنے سر جھکا لیے اور اس کے مقابلے میں اپنا کلام پیش نہ کر سکے۔ انہیں چیلنج دیا گیا کہ وہ ایک سورۃ ہی اس جیسی تصنیف کر لائیں مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ یہ کتاب علم و ہدایت کا سرچشمہ اور سعادت دارین کا ذریعہ ہے۔

فصاحتِ نبویؐ

رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام فصاحت کی کان اور بلاغت کی جان ہے، آپ کی باتیں نہایت پیاری اور آپ کے بول نہایت میٹھے ہیں۔ آپ ہمیشہ جامع کلمات ارشاد فرمایا کرتے تھے اور نہایت دل نشین انداز میں اپنے مدعا کی وضاحت فرما دیا کرتے تھے تاکہ سامعین آپ کی بات سمجھیں اور اُسے یاد رکھیں۔ آپ کے کلام میں تیزی اور عجلت نہیں ہوتی تھی، بلکہ آپ دھیرے دھیرے اور ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی آپ کے الفاظ کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ روایات میں

آیا ہے کہ آپ بالعموم کلمات کو تین بار دھراتے تھے تاکہ بات سننے والے کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ سکے۔ عرب کے مختلف قبائل کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مقامی بولیوں اور لہجوں میں بھی تکلم فرمایا کرتے تھے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت علیؓ نے آنحضورؐ سے کہا کہ آپ بعض عربوں کے ساتھ ایسی زبان میں گفتگو کرتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا[1]

---

[1] کتب حدیث کی مراجعت سے اس حقیقت کی اب بھی تصدیق ہوتی ہے۔ استاذ رافعی نے اس موضوع پر ایک عمدہ کتاب "اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویہ" کے نام سے تحریر کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے فصاحت و بلاغت نبوی کے عجیب اور دلربا پہلو سامنے آتے ہیں۔

جوامعُ الکلِم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور حکیمانہ ارشادات

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ یہ بیش بہا، متنوع اور گوناگوں مضامین پر مشتمل ہے۔ اسی کے ذریعے سے دین کے اکثر مسائل حفظ ہوئے ہیں۔ کلام نبوی میں ایجاز و اختصار کے باوجود وسیع مضامین و معانی پوشیدہ ہیں۔ ہم یہاں حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کر کے ان ارشادات کا ایک مختصر سا انتخاب ھدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

الف

اسلام ذریعۂ سلامتی

اَسْلِمْ تَسْلَمْ — اسلام لے آ، خدا کا مطیع بن جا، سلامت رہے گا۔

اعمال کا مدار نیت پر ہے

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ — اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

دل فریبیٔ حسن

اِیَّاکُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ: ؎ — خبردار! خوبرو لیکن بداخلاق عورت سے بچو!

اَلْمَرْأَةُ الْحَسْنَاءُ مِنْ مَنْبَتِ السُّوْءِ — وہ تو گھورے کی گھاس ہے۔

بخل کا مرض

اَیُّ دَاءٍ اَدْوَیٰ مِنَ الْبُخْلِ۔ — کیا بخل سے بڑھ کر بھی کوئی مرض ہے؟

؎ یہ ایک انتہائی بلیغ اور معنی خیز تمثیل ہے۔ اس کی جان دِمَن کا لفظ ہے جو دمنہ کی جمع ہے۔ دمن اُن آثار و باقیات کو کہتے ہیں جو بدوی قبائل نقل مکانی کے بعد اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور جو کوڑا کرکٹ، راکھ، گوبر وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس غلاظت کے ڈھیر پر سبزہ اُگ آتا ہے جو لق و دق صحرا میں دور سے تو خوشنما دکھائی دیتا ہے لیکن نزدیک آنے پر اصل حقیقت کھلتی ہے کہ اس شادابی کا اصل منبع کیا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ایک عورت نہایت غلیظ اور کثیف ماحول میں پروان چڑھتی ہے، اُس کی شکل و صورت تو بڑی دلفریب نظر آتی ہے۔ لیکن سیرت و اخلاق نہایت گھناؤنا ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے گھورے کی سبزی قرار دے کر اس سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

شاعری و جادو بیانی

إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا -

یقیناً بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ لَجَهْلًا -

اور بعض علوم سراسر جہالت ہوتے ہیں۔

وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكَمًا -

اور بعض اشعار پُر حکمت ہوتے ہیں۔

مظلوم کی بددعا

اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ

مظلوم کی دعا سے ڈرو۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

دنیا کی ہلاکت آفرینی

إِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ -

فصل بہار میں سبزیوں کی فراوانی اتنی ہے کہ بسا اوقات چرنے والا اپھر کر ہلاک ہو جاتا ہے یا مرنے کے قریب پہنچ جاتا ہے[1]

حسنِ اخلاق

إِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ فَسَعُوهُمْ بِأَخْلَاقِكُمْ -

تمہارے لئے یہ تو محال ہے کہ محض مال کے ذریعے سے تم لوگوں پر حاوی ہو سکو، پس تم اخلاق کے بل پر حاوی ہونے کی کوشش کرو۔

اعتدال و میانہ روی

إِنَّ هٰذَا الدِّينَ مَتِينٌ

یہ دین ایک مضبوط اور سنجیدہ شے ہے۔ اس میں

---

[1] اس سے مراد دنیا کی عارضی خوشحالی اور سیر شکمی ہے، جس میں مگن ہو کر آدمی تجاوز و عدوان میں مبتلا ہوتا ہے اور آخر کار تباہی کا شکار ہوتا ہے۔

فَاَوْغِلْ فِیْہِ بِرِفْقٍ وَلَا تُبَغِّضْ بِنَفْسِكَ عِبَادَةَ اللّٰہِ۔ فَاِنَّ الْمُنْبَتَّ لَا اَرْضَ قَطَعَ وَلَا ظَھْرًا اَبْقٰی۔

نرمی اور اعتدال سے پیش قدمی کرو اور (افراط و تفریط میں پڑکر) خدا کی بندگی کو اپنے لیے ناپسندیدہ مت بنالو۔ جو سوار تنہا آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے وہ نہ مسافت طے کرتا ہے، نہ سواری زندہ چھوڑتا ہے۔

غُلو فی الدین

اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا اِیَّاکُمْ وَالْغُلُوَّ فِی الدِّیْنِ۔

دین بلاشبہ آسان ہے لیکن جو کوئی اس کے ساتھ زور آزمائی کرتا ہے، دین اُس پر غالب آجاتا ہے۔ پس سیدھی سیدھی میانہ روی کی راہ اختیار کرو۔ خبردار غلو اور انتہا پسندی سے پرہیز کرو۔

کفایت شعاری

اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَۃِ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ

اخراجات میں اعتدال نصف معیشت ہے۔

انسان دوستی

اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ

لوگوں سے محبت آدھی عقلمندی ہے۔

حُسنِ سوال

وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ

اور حُسنِ سوال نصفِ علم ہے۔

امانت داری

اَدِّ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ۔

جو امانت تیرے سپرد کرے اُسکی امانت ادا کرو اور خیانت کا جواب خیانت سے مت دو۔

تلاشِ رزق

اِلْتَمِسُوا الرِّزْقَ فِیْ خَبَایَا الْاَرْضِ۔ زمین کی تہوں میں اپنا رزق تلاش کرو۔

آخرت کے بدلے دنیا گھاٹے کا سودا ہے

اَخْسَرُ النَّاسِ صَفْقَۃً مَنْ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ۔ سب سے زیادہ خسارے کا سودا اُس شخص کا ہے جو دوسروں کی دنیا بنانے میں اپنی آخرت بگاڑ دے۔

کتمانِ مصیبت

اِنَّ مِنْ کُنُوْزِ الْبِرِّ کِتْمَانَ الْمَصَائِبِ۔ مصائب کو چھپانا نیکیوں کے خزانے میں سے ایک خزانہ ہے۔

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کُن

اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّۃِ اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ پہلے انبیاء کے کلام سے جو کچھ لوگوں تک پہنچا ہے اُس میں سے ایک قول یہ ہے کہ بے حیا باش و ہرچہ خواہی کُن۔

چرا کارے کند عاقل

اِیَّاکَ مَا یُعْتَذَرُ مِنْہُ۔ اُس کام سے بچو جس پر معذرت کرنی پڑے۔

صُحبتِ بد

اِیَّاکَ وَقَرِیْنَ السُّوْءِ فَاِنَّکَ بِہٖ تُعْرَفُ۔ بُرے ہم نشین سے بچو، کیونکہ تم اُس سے پہچانے جاؤ گے۔

دنیا پرستی و آخرت فراموشی

اَخْسَرُ النَّاسِ صَفْقَۃً مَنْ اَخْلَقَ سب سے زیادہ گھاٹے میں وہ شخص ہے، جو آرزوئیں

يَدَايَهِ فِيْ آمَالِهِ وَلَمْ تُسَاعِدْهُ الْاَيَّامُ عَلٰى اُمْنِيَّتِهِ فَخَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ زَادٍ وَقَدِمَ عَلَى اللّٰهِ بِغَيْرِ حُجَّتِهِ۔ — پال پال کر بوڑھا ہو گیا لیکن زمانے نے تمناؤں کے بر لانے میں اُس کی مدد نہ کی۔ چنانچہ وہ اس دنیا سے بغیر زادِ راہ کے سفر کر گیا اور اپنے حق میں کوئی دلیل فراہم کیے بغیر خدا کے ہاں پہنچ گیا

بُرائی کے بدلے بھلائی

اَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ۔ — جو تجھ سے بُرائی کرے تو اُس سے بھلائی کر۔

غُصے کو پی جاؤ

اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْكُتْ — جب تم میں سے کوئی غُصے میں ہو، تو خاموش ہو جائے

حرص سے بچو

اِيَّاكَ وَالطَّمَعَ فَاِنَّهُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ — خبردار! طمع سے بچو، یہ بلاشبہ فقرِ حاضر ہے۔

ب

فتنۂ زبان

اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ۔ — زبان کھولنے ہی پر ساری آفت آتی ہے۔

بارِ ثبوت مدعی پر ہے

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ۔ — بارِ ثبوت مدعی کے ذمے ہے، اور مدعا علیہ کے ذمے قسم کھانا ہے۔

آنحضورؐ رحمت تھے

بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اُبْعَثْ — میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، لعنت گر بنا کر نہیں

لَعَانًا۔ بھیجا گیا۔

نیکی باعثِ سکون ہے

اَلْبِرُّ مَا سَكَنَتْ اِلَيْهِ النُّفُوْسُ — نیکی وہ ہے جس سے دل سکون حاصل کریں۔

مکارمِ اخلاق

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ — میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

تنگ دلی کا علاج

بَرِئَ مِنَ الشُّحِّ مَنْ اَدَّى الزَّكٰوةَ وَقَرَى الضَّيْفَ وَاَعْطٰى فِى النَّائِبَةِ — وہ شخص تنگ دلی سے پاک ہو گیا جس نے زکوٰۃ دی، مہمان نوازی کی اور مصیبت میں صدقہ دیا۔

نیکی و بدی کی پہچان

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِىْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔ — نیکی حُسن خلق کا نام ہے اور گناہ اُس شے کا نام ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور لوگوں پر اُس کا کھُل جانا تمہیں ناپسند ہو۔

والدین سے حُسن سلوک

بَرُّوْا اٰبَاءَكُمْ تَبَرَّكُمْ اَبْنَاءُكُمْ۔ — تم اپنے والدین سے حُسن سلوک کرو، تمہاری اولاد تم سے حُسن سلوک کرے گی۔

حُسنِ خُلق

بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔ — لوگوں کو خوش کرو، انہیں نفرت مت دلاؤ۔

ت

نکاح میں معیارِ انتخاب

تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِجَمَالِهَا وَمَالِهَا وَدِيْنِهَا وَحَسَبِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

عورت سے نکاح، اُس کے حُسن، مال، دین اور حسب ونسب کی بنا پر کیا جاتا ہے، پس تو دیندار عورت سے نکاح کر، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں[1]

ترکِ شر

تَرْكُ الشَّرِّ صَدَقَةٌ

شر سے باز رہنا ایک طرح کا صدقہ ہے۔

انکسار

تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ۔

تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کرنے والا نہ ہو۔

ساتھی کا انتخاب

تَنَقَّهْ وَتَوَقَّهْ

(دوست یا ساتھی کو) چھان پھٹک کر منتخب کرو اور اُس سے چوکنے بھی رہو۔

ہدیہ پیش کرنا

تَهَادَوْا تَحَابُّوْا

ایک دوسرے کو ہدیہ پیش کرو، محبت پیدا ہوگی،

---

[1] یہ ایک محاورہ ہے جو بے تکلفی کے عالم میں بولا جاتا ہے۔ اس سے وہ مفہوم مراد نہیں ہوتا، جس پر اس کے الفاظ دلالت کرتے ہیں اور نہ اس سے بددعا مقصود ہے۔

توبہ

اَلتَّوْبَۃُ تَھْدِمُ الْحَوْبَۃَ۔ — توبہ گناہوں کو دھو دیتی ہے۔

حسنِ تدبیر

اَلتَّدْبِیْرُ نِصْفُ الْعَیْشِ۔ — تدبیر نصف سرمایۂ زندگی ہے۔

ث

علاماتِ نفاق

ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ فَھُوَ مُنَافِقٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَحَجَّ وَاعْتَمَرَ وَقَالَ اِنِّیْ مُسْلِمٌ، اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

جس میں تین خصلتیں ہوں وہ منافق ہے خواہ نماز، روزہ، حج اور عمرہ ہی کیوں نہ کرے اور مسلم ہونے کا دعویٰ کرے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب امانت اُس کے سپرد ہو تو خیانت کرے۔

علاماتِ ایمان

ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَھُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِیْمَانَ اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالِمِ۔ وَ الْاِنْفَاقُ فِی الْاِقْتَارِ۔

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس نے انہیں جمع کیا، اُس نے ایمان کو (اپنے اندر) جمع کیا: انصاف چاہے اپنے خلاف ہی ہو، اہلِ علم کو سلام اور تنگدستی کے باوجود انفاق (فی سبیل اللہ)۔

ج

ہمسائے کے حقوق

اَلْجَارُ قَبْلَ الدَّارِ۔ اپنے گھر سے پہلے اپنے ہمسائے کی فکر کرلو۔

فصاحتِ زبان

جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَةُ لِسَانِہٖ آدمی کا حُسن اُس کی خوش بیانی اور فصاحت ہے

والدہ کے حقوق

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

بھلائی باعث محبت ہے

جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَيْهَا وَبُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَيْهَا۔ قلوب ایسی سرشت پر پیدا ہوتے ہیں کہ وہ بھلائی کرنے والے سے محبت اور بُرائی کرنے والے سے نفرت کرتے ہیں۔

ح

دوزخ کی راہ مرغوب اور جنت کی نامرغوب ہے

حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ دوزخ دلفریب مرغوبات کے نرغے میں ہے اور جنت کو اُن اشیاء نے گھیر رکھا ہے جو نفس پر گراں ہیں

جنگی چالیں

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔ لڑائی میں جنگی چالیں ناگزیر ہیں۔

محبت اندھا کر دیتی ہے

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ — محبت اندھا بہرا کر دیتی ہے۔

حُسنِ عہد

حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيْمَانِ — حُسنِ عہد ایمان کی علامت ہے۔

دانائی متاعِ مومن ہے

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ يَلْتَقِطُهَا حَيْثُ وَجَدَهَا۔ — دانائی مومن کی گم کردہ متاع ہے، جہاں کہیں اُسے پاتا ہے، چُن لیتا ہے۔

حیا ایمان ہے

اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ۔ — حیا ایمان کا حصہ ہے۔

اَلْحَيَاءُ هُوَ الدِّيْنُ كُلُّهُ — حیا پورے کا پورا دین ہے۔

قسم کا نتیجہ پشیمانی

اَلْحِلْفُ حِنْثٌ اَوْ نَدَمٌ۔ — قسم کھانے کا نتیجہ گناہ یا پشیمانی ہے۔

اہل الرائی سے مشورہ

اَلْحَزْمُ اَنْ تُشَاوِرَ ذَا الرَّاْيِ ثُمَّ تُطِيْعَهُ۔ — احتیاط اس میں ہے کہ تم اہل الرائے سے مشورہ کرو اور پھر اُس کی بات مانو۔

خ

اہل و عیال سے بھلائی

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ — تم میں سے بہتر وہ ہے جو اہل و عیال کے حق میں بہتر ہو۔

بدخُلقی

اَلْخُلُقُ السَّیِّئُ یُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا یُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ۔

بداخلاقی کام خراب کرتی ہے، جس طرح سرکہ شہد کو خراب کرتا ہے۔

مخلوق اللہ کا کنبہ

اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِیَالُ اللّٰهِ۔ وَ اَحَبُّهُمْ اِلَیْهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِیَالِهٖ۔

مخلوقات اللہ کا کنبہ ہیں، اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اُسکے عیال کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔

یتیم سے حُسن سلوک

خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْهِ۔

مسلمانوں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اُس سے احسان کا رویہ اختیار کیا جائے۔

حسنِ خُلق

خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔

لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔

بیوقوفی ہلاکت ہے

خُذُوْا عَلٰی اَیْدِیْ سُفَهَائِكُمْ قَبْلَ اَنْ یَهْلِكُوْا اَوْ یُهْلِكُوْا۔

اپنے میں سے بیوقوفوں کے ہاتھ پکڑ لو، قبل اس کے کہ وہ خود ہلاک ہوں یا دوسروں کو ہلاک کریں۔

حسنِ اخلاق

خَیْرُ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔

لوگوں میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

تلاشِ حکمت

خُذِ الحِکْمَۃَ وَلَا یَضُرُّکَ مِنْ اَیِّ وِعَاءٍ خَرَجَتْ۔

حکمت کو اخذ کر لو، کچھ حرج نہیں خواہ وہ کسی ذہن کی پیداوار ہو۔

د

ترجیحِ آخرت

اَلدُّنْیَا عَرَضٌ حَاضِرٌ یَاکُلُ مِنْھَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَالْاٰخِرَۃُ وَعْدٌ صَادِقٌ یَحْکُمُ فِیْھَا مَلِكٌ عَادِلٌ یُحِقُّ الْحَقَّ وَیُبْطِلُ الْبَاطِلَ فَکُوْنُوْا اَبْنَاءَ الْاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوْنُوْا اَبْنَاءَ الدُّنْیَا فَاِنَّ کُلَّ اُمٍّ یَتْبَعُھَا وَلَدُھَا

دنیا ایک متاعِ حاضر ہے، جس میں سے نیک و بد سب کھاتے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں ایک بادشاہِ عادل فیصلہ کرے گا اور حق کو حق اور باطل کو باطل ٹھہرائے گا، پس آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے بیٹے نہ بنو۔ ہر ماں کے پیچھے اُسی کا بیٹا چلتا ہے۔

نیکی کی راہ دکھانا نیکی ہے

اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ وَالدَّالُّ عَلَی الشَّرِّ کَفَاعِلِہٖ۔

نیکی کی راہ دکھانے والا، نیکی کرنے والے کے برابر ہے، اور بدی کا راستہ دکھانے والا، اُس کے فاعل کے برابر ہے۔

ضامن پر تاوان ہے

اَلدَّیْنُ مَقْضِیٌّ وَالزَّعِیْمُ غَارِمٌ۔

قرضے کا حساب چکایا جائے گا اور جو کفیل ہو اُسے تاوان دینا ہی پڑے گا۔

دین خیر خواہی ہے

اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃ — دین سراسر خیر خواہی ہے۔

ترک شبہات

دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ۔ — مشتبہ شے کو چھوڑ کر اُسے اختیار کرو جو شک و شبہ سے پاک ہو۔

قیل وقال اور کثرت سوال

دَعْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ۔ — قیل وقال، کثرتِ سوال اور ضیاعِ مال کی روش ترک کردو۔

مظلوم کی بددعا

دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ لَا تُحْجَبُ — مظلوم کی دعا کے رستے میں کوئی شئی حائل نہیں ہوتی

حقدار کا تقاضا

اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ[1] — حق دار آدمی کو بات کرنے کی اجازت ہے۔

ذ

بُرائی اور نیکی بھولتی نہیں

اَلذَّنْبُ لَا یُنْسٰی وَالْبِرُّ لَا یَبْلٰی — بُرائی کبھی بھلائی نہیں جاتی اور نیکی کبھی پُرانی نہیں ہوتی۔

---

[1] ایک یہودی کا قرض نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا، اُس نے تقاضا کیا اور تقاضے میں بدتمیزی اور بدکلامی کا مظاہرہ کیا۔ صحابہ کرام نے اُسے ڈانٹنا چاہا تو آنحضورؐ نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہمیں ایک عمومی رہنمائی ملتی ہے۔

محاسبۂ آخرت

وَالدَّیَّانُ لَا یَمُوْتُ فَکُنْ مَاشِئْتَ۔

اور بدلہ دینے والے (اللہ) کے لئے موت نہیں۔ پس تو جو چاہے بن۔

ریاکاری

ذَرُوالْمُرَائِیْ لِقِلَّةِ خَیْرِہٖ۔

ریاکار سے قطع تعلق کرو، کیونکہ اُس میں خیر کم ہی ہے

ذائقۂ ایمان

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔

اُس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو راضی ہو گیا اُس پر کہ اللہ ہی اُس کا رب ہو، اسلام اُس کا دین ہو، اور محمدؐ اُس کے رسول ہوں۔

م

خوفِ خدا

رَاْسُ الْحِکْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰہِ

سب سے بڑی حکمت اللہ کا خوف ہے۔

نرمی میں برکت ہے

اَلرِّفْقُ یُمْنٌ وَالْخُرْقُ شُؤْمٌ۔

نرمی میں برکت ہے اور تیزی اور پھوہڑ پن بدبختی ہے۔

زبان سے اصلاح

رَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَءً اَصْلَحَ مِنْ لِسَانِہٖ۔

اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس شخص پر جس نے اپنی زبان سے اصلاح کی۔

رحم

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ — رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔

سادہ زندگی

اَلرِّفْقُ فِی الْمَعِیْشَۃِ خَیْرٌ مِّنْ بَعْضِ التِّجَارَۃِ — سادہ گزران بعض قسم کے کاروبار کی بہ نسبت بہتر ہے

ز

قدر کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا

زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ — ایک دن بیچ چھوڑ کر ملاقات کیا کرو تا کہ محبت زیادہ ہو

ناپ تول میں کمی نہ ہو

زِنْ وَاَرْجِحْ۔ — تولتے وقت کچھ زیادہ اور جھکتا ہوا تول۔

زکوٰۃ خزانہ ہے

اَلزَّکٰوۃُ قَنْطَرَۃُ الْاِسْلَامِ۔ — زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے۔

س

نیک بخت کون ہے

اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ — نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے

بدخلقی بدبختی ہے

سُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ وَشِرَارُکُمْ اَسْوَءُکُمْ اَخْلَاقًا۔ — بد اخلاقی بدبختی ہے اور تم میں سے بدترین وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے زیادہ خراب ہیں۔

راست روی میں نجات

سَدِّدُوا تُقَارِبُ تَنجُو۔ — راست روی اختیار کر نجات پائے گا۔

خادم مخدوم ہے

سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ۔ — قوم کا سردار اُس کا خادم ہے۔

بہترین عمل، تقویٰ

سَیِّدُ الْعَمَلِ الْوَرَعُ۔ — بہترین عمل تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

وقار سرمایہ ہے

اَلسَّکِیْنَةُ مَغْنَمٌ وَتَرْکُهَا مَغْرَمٌ۔ — سکینت وتمکنت ایک سرمایہ ہے اور اس کا ترک کرنا ایک خسارہ۔

ش

شریروں کا ڈر

شِرَارُ النَّاسِ الَّذِیْنَ یُکْرَمُوْنَ اِتِّقَاءَ شَرِّهِمْ۔ — بدترین لوگ وہ ہیں جن کا احترام محض ان کے شر سے بچنے کے لئے کیا جائے۔

شَرُّ النَّاسِ مَنِ اتُّقِیَ مَجْلِسُهُ لِفُحْشِهٖ۔ — لوگوں میں سب سے بُرا وہ ہے جس کی صحبت سے لوگ اس لئے بچیں کہ وہ بے حیا ہے۔

علم پوچھنے سے ملتا ہے

شِفَاءُ الْعِیِّ السُّؤَالُ — درماندگی کا علاج یہ ہے کہ کسی سے سوال کر لیا جائے۔

حاکمِ ظالم

شَرُّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ۔

بدترین چرواہا (حاکم) وہ ہے جو ظالم ہو۔

یتیم پر ظلم

شَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْهِ۔

مسلمان گھرانوں میں سب سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم پر ظلم کیا جائے۔

شعر اچھا بھی ہے بُرا بھی

اَلشِّعْرُ کَلَامٌ حَسَنُهٗ حَسَنٌ وَ قَبِیْحُهٗ قَبِیْحٌ۔

شعر ایک کلام ہے، اس میں اچھا بھی ہے اور بُرا بھی۔

اکیلا پن اور گھمنڈ اچھا نہیں

شِرَارُ اُمَّتِی الْوَحْدَانِیُّ الْمُعْجَبُ بِدِیْنِهٖ وَالْمُرَائِیُ بِعَمَلِهٖ۔

میری امت میں برا وہ ہے جو منفرد رہو۔ اپنے دین کے پندار میں مبتلا ہو اور اعمال کی نمائش کرتا ہو

ص

بھلائی کے فوائد

صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِیْ مَصَارِعَ السُّوْءِ

بھلائیاں شر اور مصیبت کے مواقع سے محفوظ رکھتی ہیں

صدقے کے فوائد

صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِیْ غَضَبَ الرَّبِّ

نیک نیتی کا صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے

صلہ رحمی کے فوائد

صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ

صلہ رحمی عمر کو بڑھاتی ہے۔

خاموشی کے فوائد

اَلصَّمْتُ حُکْمٌ وَقَلِیْلٌ فَاعِلُہٗ۔ خاموشی حکمت ہے اور اسکے پابند تھوڑے ہی ہیں

صلہ رحمی وحق گوئی

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْكَ وَقُلِ الْحَقَّ وَلَوْ عَلٰی نَفْسِكَ۔ جو تجھ سے کٹے تو اُس سے جڑ جو تجھ سے برائی کرے تو اُس سے بھلائی کر اور حق بات کہہ خواہ وہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ پڑے۔

صبر اور اس کے فوائد

اَلصَّبْرُ عِنْدَ صَدْمَةِ الْاُوْلٰی صبر وہی ہے جو اولیں صدمے پر کیا جائے۔

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔ صبر آسودگی کی کنجی ہے۔

ض

ضیافت تین دن ہے

اَلضِّیَافَةُ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ فَمَا زَادَ فَهُوَ صَدَقَةٌ ضیافت تین روز تک ہے، اس سے زائد صدقہ ہے

مسکین کی مدد

ضَعِیْ فِیْ یَدِ الْمِسْکِیْنِ وَلَوْ ظِلْفًا مُحَرَّقًا۔ مسکین کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ دو، خواہ جلا ہوا کھر ہی ہو۔

دوسرے کی گری پڑی چیز

ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَرَقُ النَّارِ۔ مومن کی گم شدہ شے (پر قبضہ جمانے کی سزا) آگ کا شعلہ ہے۔

ط

لالچی دانا نہیں ہوتا

اَلطَّمَعُ یُذْهِبُ الْحِكْمَةَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَاءِ۔ — طمع اہل علم کے دلوں کو حکمت سے خالی کر دیتی ہے۔

طہارت آدھا ایمان

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ۔ — پاکیزگی نصفِ ایمان ہے۔

طلب علم

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ — علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ظ

ظلم کے نقصانات

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — ظلم کے بدلے ہیں، قیامت کے روز تاریکیاں ہونگی۔

بدگمانی

اَلظَّنُّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ۔ — بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

ادائیگی قرض میں تاخیر

ظُلْمُ الْغَنِيِّ الْمَطْلُ — غنی کا ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

اجرت مارنا کبیرہ گناہ

ظُلْمُ الْاَجِيْرِ اَجْرَهٗ مِنَ الْكَبَائِرِ — اجیر کا اجر مار لینا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے

ع

درگزر اور تواضع

اَلْعَفْوُ لَا يَزِيْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا وَالتَّوَاضُعُ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا رِفْعَةً وَمَا نَقَصَ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ

عفو و درگزر سے آدمی کی عزت بڑھتی ہے۔ تواضع سے اُس کی بلندی اور بڑائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی

قولِ مرداں جان دارد

اَلْعِدَةُ عَطِيَّةٌ۔

وعدہ ایک طرح کا عطیہ ہے۔

وعدے کا ایفاء لازم ہے

اَلْعِدَةُ دَيْنٌ۔

وعدہ انسان کے ذمے ایک قرض ہے۔

عالم و متعلم دونوں کو اجر

اَلْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ شَرِيْكَانِ فِي الْاَجْرِ۔

علم سکھانے والے اور سیکھنے والے دونوں اجر میں شریک ہیں۔

تنگی کے بجائے آسانی برتو

عَلِّمُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْكُتْ۔

علم سکھاؤ اور آسانی پیدا کرو اور تنگی مت پیدا کرو دوسروں کو خوش کرو، نفرت مت دلاؤ، اور جب تم سے کوئی غصے میں ہو تو خاموش ہو جائے۔

ترکِ طمع و قناعت

عَلَيْكَ بِالْاِيَاسِ مِمَّا فِي اَيْدِي النَّاسِ۔

جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اُس سے مایوس ہو

إِيَّاكَ وَالطَّمَعَ فَإِنَّهُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ — طمع سے بچو! کیونکہ وہ نقر حاضر ہے۔

عَزَّ مَنْ قَنِعَ وَذَلَّ مَنْ طَمِعَ۔ — جس نے قناعت کی وہ معزز ہوا، اور جس نے طمع کی ذلیل ہوا۔

غ

بد عہدی

اَلْغَادِرُ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — بد عہد (کی تشہیر) کیلئے قیامت کو جھنڈا گاڑا جائیگا

غیبت

اَلْغِيْبَةُ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُهُ۔ — غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اُسے ناپسند ہو۔

غیرت ایمان ہے

اَلْغَيْرَةُ مِنَ الْاِيْمَانِ۔ — غیرت ایمان کا حصہ ہے۔

کینہ و حسد

اَلْغِلُّ وَالْحَسَدُ يَأْكُلَانِ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ — کینہ اور حسد بھلائیوں کو اس طرح کھا جاتے ہیں جس طرح آگ لکڑی کو۔

ف

جانوروں پر رحم

فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرَّى اَجْرٌ۔ — ہر پیاسے جاندار (کو پانی پلانے میں) اجر ہے۔

بردباری ونرمی

فِيكَ خَصْلَتَانِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ اَلْحِلْمُ وَالْاِنَاةُ۔

تم میں دو خصلتیں ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے: بردباری اور نرم روی۔

اسیر و مریض کی مدد

فُكُّوا الْعَانِيَ وَاَجِيْبُوا الدَّاعِيَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ

اسیر کی رہائی کا سامان کرو، پکارنے والے کو جواب دو، بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔

منافق کی علامات

فِي الْمُنَافِقِ ثَلَاثُ خِصَالٍ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ

منافق میں تین خصائل ہیں، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے، اُس کی خلاف ورزی کرے، اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے

بُرائی کا جواب نیکی سے

اَلْفَضْلُ فِيْ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوْا عَمَّنْ ظَلَمَكَ۔

بزرگی اس میں ہے کہ جو تجھ سے ٹوٹے تو اُس سے جُڑ، جو تجھے محروم رکھے تو اُسے دے اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اُسے معاف کر دے۔

ق

قناعت

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ وَكَنْزٌ لَا يَفْنٰى۔

قناعت ختم نہ ہونے والا سرمایہ اور لازوال خزانہ ہے۔

حق گوئی

قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا۔ — حق بات کرو خواہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔

قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ عَلٰى نَفْسِكَ۔ — حق گوئی سے کام لو خواہ وہ تمہارے خلاف ہی پڑے

ایمان واستقامت

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ — کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر جم جاؤ۔

حق گوئی یا خاموشی

قُوْلُوْا خَيْرًا تَغْنَمُوْا وَاسْكُتُوْا تَسْلَمُوْا۔ — بھلی بات کرو، فائدے میں رہو گے۔ خاموش رہو سلامت رہو گے۔

عقل کی اہمیت

قِوَامُ الْمَرْءِ عَقْلُهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَهٗ۔ — آدمی کا دار و مدار عقل پر ہے اور جسکی عقل نہیں اُس کا دین بھی نہیں۔

تین قسم کے قاضی

اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ۔ اِثْنَانِ فِى النَّارِ وَوَاحِدٌ فِى الْجَنَّةِ رَجُلٌ عَلِمَ الْحَقَّ نَقَضٰى بِهٖ فَهُوَ فِى الْجَنَّةِ وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِى النَّارِ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِى الْحُكْمِ فَهُوَ فِى النَّارِ۔ — قاضی تین قسم کے ہیں، دو جہنمی ہیں اور ایک جنتی ایک وہ ہے جس نے حق جانا اور اُس کے مطابق فیصلہ دیا، پس وہ جنت میں ہوگا، ایک وہ ہے جس نے جہالت میں فیصلہ دیا، وہ دوزخ میں ہوگا، اور ایک وہ ہے جس نے حق کو پہچانا لیکن فیصلے میں اُس سے انحراف کیا، وہ بھی دوزخ میں ہوگا۔

ف

عقل مند کون ہے؟

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع کیا اور موت کے بعد کا سامان کیا۔

عاجز کون ہے؟

وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ الْاَمَانِیَّ

اور عاجز وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشات کا تابع کر لیا اور اللہ سے آرزوئیں کرتا رہا۔

فقر کے خطرات

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا

قریب ہے کہ فقر کفر میں تبدیل ہو جائے۔

کذب بیانی خیانت ہے

کَبُرَتْ خِیَانَۃً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا ھُوَلَکَ بِہٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِہٖ مُکَذِّبٌ۔

یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے بات کرے، دراں حالیکہ وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو اور تم اُس سے جھوٹ کہہ رہے ہو۔

بزرگی و مردانگی

کَرَمُ الْمَرْءِ دِیْنُہٗ وَمُرُوْءَتُہٗ عَقْلُہٗ وَحَسَبُہٗ خُلُقُہٗ۔

آدمی کی بزرگی اُس کا دین ہے اور عقل اُس کی مردانگی ہے اور اُس کا حسب نسب اُس کا اخلاق ہے

بلا تحقیق روایت کرنا کذب ہے

کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ۔

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے بیان کر دے۔

ہر نشہ آور شے حرام ہے

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ — ہر نشہ آور شے خمر ہے اور ہر نشہ آور شے حرام ہے۔

ہر شخص مسئول ہے

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ — تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے، اور ہر شخص سے اُس کے گلّے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ۔ — جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

نیکی صدقہ ہے

كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ۔ — ہر نیکی ایک صدقہ ہے۔

ہر مولود فطرت پر ہے

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعْرِبَ عَنْهُ لِسَانُهٗ۔ — ہر مولود فطری حالت پر پیدا ہوتا ہے، جب تک وہ بات نہ کرنے لگ جائے۔

ہر مخلوق آراستہ ہے

كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ۔ — ہر مخلوق کو اُس کے مقصدِ تخلیق کے مطابق آراستہ کیا جاتا ہے۔

کلمہ حکمت

اَلْكَلِمَةُ الْحَكِيْمَةُ ضَالَّةُ كُلِّ حَكِيْمٍ — دانائی کی بات ہر دانا کی کھوئی ہوئی متاع ہے۔

ل

گناہ کا وبال

لَا یَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِہٖ۔ — ہر گناہگار کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے۔

زور آور کون ہے؟

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ مَنْ یَّمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ — پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے، پہلوان تو وہ ہے جو اپنے نفس کو غصے میں قابو پالے۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ۔ — شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

تربیت اولاد

لَاَنْ یُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مَنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ۔ — ایک شخص کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

لہو و لعب سے پرہیز

لَسْتُ مِنْ دَدٍ وَلَا الدَّدُ مِنِّیْ۔ — مجھے لہو و لعب سے کوئی سروکار نہیں۔

ہمسائے کے حقوق

لَقَدْ اَوْصَانِیْ جِبْرِیْلُ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ۔ — مجھے جبریل نے ہمسائے کے بارے میں اس حد تک وصیت کی کہ میں نے گمان کیا وہ اُسے (میرا) وارث بنا دیگا

عدل و انصاف

لَقَدْ شَقِیْتُ اِنْ لَمْ اَعْدِلْ۔ — میرا نصیبہ اچھا نہیں اگر میں عدل نہ کروں۔

مُثلہ کی ممانعت

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَیَوَانِ۔ لعنت ہے اللہ کی اُس پر جس نے حیوان کے اعضا کاٹے

مُخنّث بننے کی ممانعت

لَعَنَ اللّٰہُ الْمُخَنَّثَ۔ لعنت ہے اللہ کی مخنث (بننے والے) پر۔

مشورت کے فوائد

لَنْ یَّهْلِکَ امْرُؤٌ بَعْدَ مَشُوْرَةٍ۔ مشورہ لے لینے کے بعد آدمی ہلاکت میں نہیں پڑتا۔

ہمسائے کے حقوق

لَیْسَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ لَمْ یَأْمَنْ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔ وہ مومن نہیں جس کے شر سے ہمسایہ محفوظ نہ رہے۔

فضیلت دین و عمل سے ہے

لَیْسَ لِاَحَدٍ فَضْلٌ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا بِدِیْنٍ اَوْ عَمَلٍ صَالِحٍ۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں بجز دین یا عمل صالح کی بنا پر۔

عہد و امانت

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَہٗ۔ اس میں ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اس کا دین نہیں جسے عہد کا پاس نہیں۔

جہالت محتاجی

لَا فَقْرَ اَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ۔ جہالت سے بڑھ کر کوئی محتاجی نہیں۔

عقل بڑی دولت ہے

لَا مَالَ اَعَزُّ مِنَ الْعَقْلِ وَلَا عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور گھمنڈ سے

وَحْشَةَ اَشَدُّ مِنَ الْعُجْبِ۔	بڑھ کر کوئی وحشت نہیں۔

دوسروں کی مصیبت پر خوش نہ ہو

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ يُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ۔	اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش مت ہو ورنہ اللہ اُسے عافیت دے کر تجھے مبتلا کر دے گا۔

چغلخور پر جنت حرام

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ	چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

غصّے میں فیصلہ نہ دو

لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ۔	کوئی ثالث دو کے درمیان غصّے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

ہر چہ برخود پسندی بر دیگراں پسند

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ	تم میں سے کوئی ایمان نہیں لا سکتا جبتک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

مومن دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا

لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ	مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

ضرر رسانی کی مذمت

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ	نہ اپنا نقصان کرو نہ دوسروں کا۔

احسان نہ جتاؤ

لَا تُحْصِ فَيُحْصٰى	دوسروں پر احسانات (یا ان کے عیوب) کی گنتی

عَلَیْکَ۔ نہ کرو، ورنہ تمہارے ساتھ بھی یہی ہو گا۔

م

مُحِب محبوب کے ساتھ

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ آدمی (دنیا و آخرت میں) اُسی کے ساتھ ہوگا، جس سے اُسے محبت ہو۔

محفل کے راز امانت ہیں

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ نجی محفل (کی باتیں) امانت ہیں۔

مُشیر امین ہوتا ہے

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ جس سے مشورہ لیا جائے، اس کا امانت دار ہونا ضروری ہے۔

نسب پر عمل فائق ہے

مَنْ اَبْطَاءَ بِہٖ عَمَلُہٗ لَمْ یُسْرِعْ بِہٖ نَسَبُہٗ۔ بے عمل آدمی محض نسب کے بل پر آگے نہیں بڑھ سکتا۔

جو کھٹکے اسے ترک کرو

مَاحَاکَ فِیْ صَدْرِکَ فَدَعْہُ۔ جو شے تیرے دل میں کھٹکے، اُسے چھوڑ دے۔

تارکِ مشورہ نادم ہوگا

مَاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ۔ طالبِ خیر نامراد نہیں ہوتا، اور مشورہ لے لینے والا نادم نہیں ہوتا۔

زبان و فرج کی حفاظت

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

جو مجھے اُس (زبان) کی ضمانت دیدے جو جبڑوں کے درمیان ہے اور اُس (شرمگاہ) کی جو پاؤں کے درمیان ہے تو میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

علم اور مال سے سیری نہیں

مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ مَالٍ۔

دو شخص کبھی سیر نہیں ہوتے، علم کا طالب اور مال کا طالب۔

حُسنِ اسلام ترکِ لایعنی

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔

آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی امور کو ترک کر دے۔

حرام کو حلال کرنا منافی ایمان ہے

مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ۔

نہیں ایمان لایا قرآن پر جس نے اُس کی حرام کردہ اشیا کو حلال جانا۔

مدارات صدقہ ہے

مُدَارَاةُ النَّاسِ صَدَقَةٌ۔

لوگوں کی مدارات بھی صدقہ ہے۔

والد کے دوست سے صلہ رحمی

مِنَ الْبِرِّ أَنْ تَصِلَ صَدِيقَ أَبِيكَ۔

یہ بھی نیکی ہے کہ تو اپنے والد کے دوست سے صلۂ رحمی اور حسن سلوک کرے۔

نرم روی

مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ رِفْقُهُ فِي مَعِيْشَتِهِ۔

یہ آدمی کی سمجھ بوجھ کی نشانی ہے کہ وہ زندگی میں نرم روی اختیار کرے۔

قول و عمل میں مطابقت

مَنْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ فَلْيَكُنْ اَمْرُهُ بِمَعْرُوْفٍ۔

جو بھلائی کا حکم دے اُس کے اپنے کام بھی بھلے ہونے چاہئیں۔

اللہ کے لئے تواضع

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ۔

جس نے اللہ کے لئے تواضع اختیار کی، اللہ تع اُسے بلند کرے گا۔

زمین بوس لباس کی مذمت

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ

جس نے تکبر سے لباس کو زمین پر گھسیٹتا ہوا رکھا اللہ تعالیٰ اُس کی طرف نظرِ کرم نہیں کریگا۔

حرام سے کوسوں دُور رہو

مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُوَاقِعَهُ۔

جو (حرام) چراگاہ کے گرد گھوما، بہت ممکن ہے کہ وہ اس میں جا پڑے۔

خاموشی سلامتی ہے

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَسْلَمَ فَلْيَلْزِمِ الصُّمْتَ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔

جسے سلامتی مرغوب ہے وہ خاموشی اپنے اوپر لازم کرے، جو خاموش رہا، نجات پاگیا۔

مسلمان دھوکا نہیں دیتا

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا۔

جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

مسلمان اور مہاجر کی تعریف

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَيَدِہٖ۔ اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ۔

مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

ہمسائے اور مہمان کے حقوق

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے ہمسائے کو اذیت نہ دے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ بھلی بات کرے یا چُپ رہے۔

مسلمان کا عذر قبول کرو

مَنْ اَتَاهُ اَخُوْهُ مُتَنَصِّلًا فَلْيَقْبَلْ ذٰلِكَ مِنْهُ مُحِقًّا كَانَ اَوْ مُبْطِلًا فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ

جس کے پاس آکر اس کا بھائی کسی گناہ سے اظہار براءت کرے تو مان لینا چاہیئے خواہ سچا ہو یا جھوٹا، وہ مجھ سے حوض کوثر پر نہیں ملے گا جو ایسا نہ کرے

صدقہ سے مال نہیں گھٹتا

مَا نَقَصَ مِنْ مَالٍ صَدَقَةٌ۔

خیرات سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔

دوسرے کا خط مت پڑھو

مَنْ نَظَرَ فِیْ کِتَابِ اَخِیْہِ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ فَکَاَنَّمَا یَنْظُرُ فِی النَّارِ۔

جو اپنے بھائی کا خط اس کی اجازت کے بغیر دیکھے گویا کہ اُس نے آگ دیکھی۔

ن

صحت و فراغت کی قدر کرو

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ۔

دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی ناقدری بہت لوگ کرتے ہیں، صحت اور فراغت۔

دنیا میں زاد آخرت لو

نِعْمَتِ الدَّارُ الدُّنْیَا لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْھَا لِاٰخِرَتِہٖ۔

بہت اچھا گھر ہے دنیا اُس کے لئے جس نے اس میں سے زاد آخرت تیار کیا۔

گھر والوں پر خرچ صدقہ ہے

نَفَقَۃُ الرَّجُلِ عَلٰی اَھْلِہٖ صَدَقَۃٌ۔

ایک آدمی کا اپنے گھر والوں کو کھلانا بھی صدقہ ہے۔

ندامت توبہ ہے

اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ

پشیمانی توبہ ہے۔

اکثر انسان ناکارہ ہیں

اَلنَّاسُ کَاِبِلٍ مِّائَۃٍ لَا تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَۃً

لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے سو اونٹ ہوں اور ان میں سے ایک بھی سواری کے قابل نہ ہو۔

عورت مرد ہم اصل

اَلنِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔ عورتیں مردوں کی مانند اور ان کی ہم اصل ہیں۔

و

بُری صحبت سے تنہائی بہتر

اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ۔ بُرے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے۔

وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ اور اچھا ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے۔

جھوٹی قصہ گوئی مذموم ہے

وَيْلٌ لِّلَّذِيْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ۔ حیف ہے اُس شخص پر جو جھوٹی باتیں لوگوں کو ہنسانے کے لئے بنائے۔

علمائے سُو کی مذمت

وَيْلٌ لِّاُمَّتِيْ مِنْ عُلَمَاءِ السُّوْءِ۔ تباہی میری امت کے لئے بُرے علماء کی وجہ سے

ھ

غم بوڑھا کرتا ہے

اَلْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ۔ غم آدھا بڑھاپا ہے۔

زبان جہنم پہنچاتی ہے

هَلْ يَكُبُّ النَّاسَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ۔ آدمیوں کو اوندھے منہ گرانے والی ان کی زبان کی کرنیں ہیں۔

کمزوروں کے صدقے رزق ملتا ہے

هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔ تمہیں مدد اور روزی تمہارے کمزوروں کے صدقے فراہم ہوتی ہے۔

تکلّف ہلاکت ہے

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ ہلاک ہوگئے تکلّف اور غلوّ کرنے والے۔

دین میں غلوّ ہلاکت ہے

هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ۔ تم سے پہلے دین کے معاملے میں مبالغہ اور زیادتی کرنے والے تباہ ہوگئے۔

ی

تنگی کے بجائے آسانی

يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔ آسانی پیدا کرو اور تنگی نہ پیدا کرو۔

صدقہ دینا لینے سے بہتر ہے

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ اوپر کا (دینے والا) ہاتھ نچلے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔

جھوٹی قسم سے تباہی

اَلْيَمِيْنُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ جھوٹی قسم آبادیوں کو چٹیل میدان بنادیتی ہے۔

بد عہدی کی مذمت

يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ (قیامت کو) ہر بے وفا اور بد عہد کیلئے ایک جھنڈا

يُعْرَفُ بِهٖ۔ | نصب کیا جائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

متکبر خوار ہوگا

يُحْشَرُ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمْثَالَ الذَّرِّ يَطَؤُهُمُ النَّاسُ۔

اکٹھے کیے جائیں گے جبار اور متکبر قیامت کے روز چیونٹیوں کی شکل میں جنہیں لوگ پاؤں میں روندتے ہونگے۔

حُسنِ عمل

يُحِبُّ اللّٰهُ مِنَ الْعَامِلِ اِذَا عَمِلَ اَنْ يُّحْسِنَ۔

اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ ہر عمل کرنے والا کام کرے تو اسے اچھی طرح سرانجام دے۔

مَن يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (القرآن)

رسولؐ کی اطاعت ہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

رسولؐ کی اطاعت کیا ہے؟

رسول کی اطاعت یہ ہے کہ:

آنحضورؐ کو صرف قاصد ہی نہیں، بلکہ

انسانیت کا اُسوۂ و نمونہ

تہذیب و تمدّن کا معیار

قافلۂ زندگی کا حقیقی رہنما

تسلیم کیا جائے اور آپ کی ان تمام حیثیات کو سامنے رکھ کر آپ کی پیروی کی جائے۔

فہرست موضوعات

—— بُرائی اور نیکی بھولتی نہیں ۔

—— بُرائی کے بدلے بھلائی ۔

—— بُردباری و نرمی ۔

—— بُری صحبت سے تنہائی بہتر ہے ۔

—— بزرگی و مردانگی ۔

—— بھلائی کے فوائد ۔

—— بھلائی باعث محبت ہے ۔

—— بہترین عمل تقویٰ ۔

—— بلاتحقیق روایت کرنا کذب ہے ۔

—— بے حیا باش وہرچہ خواہی کُن ۔

—— بے وقوفی ہلاکت ہے ۔

ت

—— تارکِ مشورہ نادم ہوگا ۔

—— ترکِ شر ۔

—— ترکِ شبہات ۔

—— ترکِ طمع ۔

—— تربیتِ اولاد ۔

—— ترجیحِ آخرت ۔

—— تلاشِ حکمت ۔

—— تکلف ہلاکت ہے ۔

—— تلاشِ رزق ۔

—— تنگ دلی کا علاج ۔

—— تنگی کے بجائے آسانی برتو ۔

—— تنگی کے بجائے آسانی ۔

—— توبہ ۔

—— تین قسم کے قاضی ۔

ج

—— جانوروں پر رحم ۔

—— جنگی چالیں ۔

—— جو کھٹکے اُسے ترک کردو ۔

—— جھوٹی قسم سے تباہی ۔

—— جھوٹی قصہ گوئی مذموم ہے ۔

—— جہالت محتاجی ہے ۔

—— جیسا کروگے ویسا بھروگے ۔

چ

—— چہ اکارے کند عاقل ۔

—— چغل خور پر جنت حرام ۔

ح

—— حاکم ظالم۔

—— حرام کو حلال کرنا منافی ایمان ہے

—— حرام سے کوسوں دُور رہو۔

—— حُسنِ اسلام ترکِ لایعنی۔

—— حُسنِ اخلاق۔

—— حُسنِ تدبیر۔

—— حُسنِ تملّق۔

—— حُسنِ سوال۔

—— حُسنِ عہد۔

—— حُسنِ عمل۔

—— حرص سے بچو۔

—— حقدار کا تقاضا۔

—— حق گوئی۔

—— حیا ایمان ہے۔

خ

—— خادم مخدوم ہے۔

—— خاموشی کے فوائد۔

—— خاموشی سلامتی ہے۔

—— خوفِ خدا۔

د

—— دانائی متاعِ مومن ہے۔

—— درگزر اور تواضع۔

—— دل فریبئ حُسن۔

—— دنیا کی ہلاکت آفرینی۔

—— دنیا پرستی و آخرت فراموشی

—— دنیا میں زادِ آخرت لو۔

—— دوزخ کی راہ مرغوب اور جنت کی نامرغوب ہے۔

—— دوسروں کا خط مت پڑھو۔

—— دوسروں کی گری پڑی چیز۔

—— دین خیر خواہی ہے۔

—— دین میں غلو ہلاکت ہے۔

ذ

—— ذائقۂ ایمان۔

ر

—— راست روی میں نجات

—— رحم۔

——— ریاکاری۔

——— ز

——— زبان سے اصلاح۔

——— زبان جہنم میں پہنچاتی ہے۔

——— زبان و فرج کی حفاظت۔

——— زکوٰۃ خزانہ ہے۔

——— زمین بوس لباس کی مذمت۔

——— زور آور کون ہے۔

——— س

——— سادہ زندگی۔

——— ساتھی کا انتخاب۔

ش

——— شاعری و جادو بیانی۔

——— شریروں کا ڈر۔

——— شعر اچھا بھی ہے بُرا بھی۔

——— شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

ص

——— صبر اور اس کے فوائد۔

——— صحت و فراغت کی قدر کرو۔

——— صحبتِ بد۔

——— صدقے کے فوائد۔

——— صدقہ سے مال نہیں گھٹتا۔

——— صدقہ دینا لینے سے بہتر ہے۔

——— صلۂ رحمی کے فوائد۔

——— صلۂ رحمی و حق گوئی۔

ض

——— ضامن پر تاوان ہے۔

——— ضرر رسانی کی مذمت۔

——— ضیافت تین دن ہے۔

ط

——— طلبِ علم۔

——— طہارت آدھا ایمان ہے۔

ظ

——— ظلم کے نقصانات۔

ع

——— عاجز کون ہے۔

——— عالم و متعلم دونوں کو اجر۔

——— عدل و انصاف۔

—— عقل بڑی دولت ہے۔
—— عقل مند کون ہے۔
—— عقل کی اہمیت۔
—— علاماتِ ایمان۔
—— علاماتِ نفاق۔
—— علم اور مال سے سیری نہیں۔
—— علماءِ سوء کی مذمت۔
—— علم پوچھنے سے ملتا ہے۔
—— عورت، مرد ہم اصل۔
—— عہد و امانت۔

غ

—— غصّے کو پی جاؤ۔
—— غصّے میں فیصلہ نہ دو۔
—— غم بوڑھا کرتا ہے۔
—— غلوّ فی الدین۔
—— غیبت۔
—— غیرت ایمان ہے۔

ف

—— فتنۂ زبان۔
—— فصاحتِ زبان۔
—— فضیلت دین و عمل سے ہے۔
—— فقر کے خطرات۔

ق

—— قدر کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا
—— قسم کا نتیجہ پشیمانی
—— قناعت
—— قول مرداں جاں دارد
—— قول و عمل میں مطابقت
—— قیل و قال اور کثرتِ سوال

ک

—— کتمانِ مصیبت
—— کذب بیانی خیانت ہے
—— کفایت شعاری۔
—— کلمۂ حکمت۔
—— کمزوروں کے صدقے رزق ملتا ہے۔
—— کینہ و حسد۔

گ

—— گناہ کا وبال۔

— گھر والوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے

ل

— لالچی دانا نہیں ہوتا۔

— لہو و لعب سے پرہیز۔

م

— متکبر خوار ہوگا۔

— مُثلہ کی ممانعت۔

— محاسبۂ آخرت۔

— محبت اندھا کر دیتی ہے۔

— مُحبّ محبوب کے ساتھ۔

— محفل کے راز امانت ہیں۔

— مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

— مخنث بننے کی ممانعت۔

— مدارات صدقہ ہے۔

— مسلمان دھوکہ نہیں دیتا۔

— مسلمان اور مہاجر کی تعریف۔

— مسلمان کا عذر قبول کرو۔

— مسکین کی مدد۔

— مشورت کے فوائد۔

— مُشیر امین ہوتا ہے۔

— مظلوم کی بد دعا۔

— مکارمِ اخلاق۔

— منافق کی علامات۔

— مومن دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

ن

— ناپ تول میں کمی نہ ہو۔

— ندامت توبہ ہے۔

— نرم روی۔

— نرمی میں برکت ہے۔

— نسب پر عمل فائق ہے۔

— نکاح میں معیارِ انتخاب۔

— نیکی و بدی کی پہچان۔

— نیک بخت کون ہے؟

— نیکی کی راہ دکھانا نیکی ہے۔

و

— والدین سے حُسن سلوک۔

— والدہ کے حقوق۔

— والد کے دوست سے صلۂ رحمی۔

—— وعدے کا ایفاء لازم ہے۔
—— وقار سرمایہ ہے۔

ھ

—— ہدیہ پیش کرنا۔
—— ہر نشہ آور شئے حرام ہے۔
—— ہر شخص مسئول ہے۔
—— ہر مولود فطرت پر ہے۔

—— ہر مخلوق آراستہ ہے۔
—— ہمسائے کے حقوق۔
—— ہرچہ بر خود پسندی بر دیگراں مپسند
—— ہمسائے اور مہمان کے حقوق۔

ی

—— یتیم پر ظلم
—— یتیم سے حُسن سلوک۔

عرب کا چاند

سیرتِ نبویؐ پر ایک ہندو نوجوان کی ادبی پیشکش

آنجہانی سوامی لکشمن پرشاد نے

قومی تعصب سے بلند ہو کر حقیقت شناسی کے جذبہ سے خاتم الانبیاء نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو ایسے ادبی انداز میں پیش کیا ہے کہ اس کے مطالعہ سے نہ صرف دادِ تحسین بلکہ رشک آتا ہے کہ

ایک غیر مسلم نے

کس دردمندی اور والہانہ عشق سے سرشار ہو کر اسے مرتب کیا ہے

ادبی لحاظ سے بھی یہ کتاب اپنا ایک مقام رکھتی ہے ——— اور معلوماتی لحاظ سے بھی بے حد مفید کتاب ہے۔

رنگین و نفیس سرورق ——— اعلیٰ کتابت و طباعت

ضخامت ۳۱۲ صفحات ——— قیمت ۲۵/۳

مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ — لاہور

سیرت النبیؐ پر اہم کتب

ارشاداتِ رسولؐ

ارشاداتِ رسولؐ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چالیس ارشاداتِ گرامی کا رنگارنگ گلدستہ، عربی متن کے ساتھ اُردو ترجمہ مع تائیدی آیاتِ قرآنی۔ یہ احادیث ملی، تمدنی اور معاشی مسائل پر مبنی ہیں — مجلد

قیمت ۱/۲۵ روپیہ

سُنّتِ نبویؐ

مترجم — حافظ ابوسعید مددی

علمِ حدیث سے متعلق مستند و مفصل کتب سے اخذ کردہ ضروری امور پر آسان اور سادہ اُردو زبان میں اہم کتابچہ جس کے مطالعہ سے حدیث کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ قیمت صرف ۴۴ پیسے

عربؐ کا چاند

سیرتِ نبوی پر ایک ہندو نوجوان کی ادبی پیشکش

آنجہانی سوامی لکشمن پرشاد نے خاتم الانبیاء کی حیاتِ طیبہ کو ایسے ادبی انداز میں پیش کیا ہے کہ اس کے مطالعہ سے رشک آتا ہے۔

قیمت — ۳/۲۵ روپے

مُحسنِ اعداء

تالیف — مولینا ابوالقاسم رفیق دلاوری مرحوم

تاریخ و سیر کے مستند حوالوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے دشمنوں کے ساتھ مربیانہ سلوک پر ایک اہم تصنیف۔ اُردو زبان میں پہلی کتاب جس میں انسانیت کو دعوتِ غور و فکر اور پیغامِ خیر و برکت دیا گیا ہے

قیمت اعلیٰ ۹/۰۰ روپے — سستا ۶/۰۰ روپے

سیّد البشر

رحمۃ للعالمین جیسی شہرت یافتہ تصنیف کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری مرحوم کے قلم سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا آسان زبان اور دل نشین انداز میں تذکرہ —

قیمت ہر دو حصص — ۲/۷۵ روپے

مکمل سیٹ منگوانے پر ۱۰ فیصدی رعایت۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ — مکتبہ تعمیرِ انسانیت ○ موچی دروازہ — لاہور